خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

سوموار 01 نومبر 2021ء | 25 ربیع الاول 1443 ہجری قمری | 01 نبوت 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:259

ارشادِ باری تعالیٰ

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَ لٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا ﴿۴۱﴾

(الاحزاب:41)

ترجمہ: محمدؐ تمہارے (جیسے) مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتم ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

پاکستان میں سیاستدان بھی اور علماء بھی وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی بہانے سے احمدیوں کے خلاف اپنا غبار نکالتے رہتے ہیں۔ ان کے خیال میں قوم کو اپنے پیچھے چلانے اور اپنا ہم نوا بنانے کا اور شہرت حاصل کرنے کا یہ سب سے آسان طریقہ ہے۔ اور سب سے بڑا ہتھیار جو مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکانے کے لئے استعمال ہوسکتا ہے وہ ختم نبوت کا ہتھیار ہے۔ .... غیر حکومتی ارکان اسمبلی بھی اور حکومتی ارکان اسمبلی بھی بڑھ بڑھ کر احمدیوں کے خلاف بولتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ دنوں پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں ایک آئینی ترمیم کے الفاظ میں ردّ و بدل جو سیاسی پارٹی یا حکومتی پارٹی اپنے مفادات کے لئے کر رہی تھی اس کے سلسلہ میں یہی کچھ ہمارے دیکھنے میں آیا۔ پاکستان میں پچھلے دنوں میں بڑا شور مچا رہا اور میڈیا کے ذریعہ سے یہ سب کچھ دنیا کے سامنے آچکا ہے۔ اس لئے اس بارے میں تو زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہم نے کسی غیر ملکی طاقت سے نہ ہی کبھی یہ کہا ہے کہ ہمیں پاکستانی اسمبلی کے آئین میں ترمیم کروا کر قانون اور آئین کی نظر میں مسلمان بنوایا جائے۔ نہ ہی ہم نے کسی پاکستانی حکومت سے کبھی اس چیز کی بھیک مانگی ہے۔ نہ ہی ہمیں کسی اسمبلی یا حکومت سے مسلمان کہلانے کے لئے کسی سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہے، کسی سند کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کہا ہے۔ ہم کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ پڑھنے والے ہیں۔ ہم تمام ارکان اسلام اور ارکان ایمان پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ ہم اس بات پر علی وجہ البصیرت قائم ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف صاف اور واضح لکھا ہے۔ متعدد جگہ اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ جو ختم نبوت کا منکر ہے مَیں اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ وہ نہ احمدی ہے، نہ مسلمان ہے۔ پس ہمارے خلاف یہ شورش پیدا کی جاتی ہے اور ہم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم ختم نبوت کے منکر ہیں اور نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ نہایت گھٹیا اور گھناؤنا الزام ہے جو ہم پر لگایا جاتا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 اکتوبر 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- فضائل قرآن مجید (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

فَاِنِّیۡ اٰخِرُ الۡاَنۡبِیَاۗءِ وَاِنَّ مَسۡجِدِیۡ اٰخِرُ الۡمَسَاجِدِ

میں نبیوں میں سے سب سے آخری ہوں اور میری مسجد تمام مساجد میں سے آخری مسجد ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج باب فَضۡلِ الصَّلَاۃِ بِمَسۡجِدَیۡ مَکَّۃَ وَالۡمَدِیۡنَۃِ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

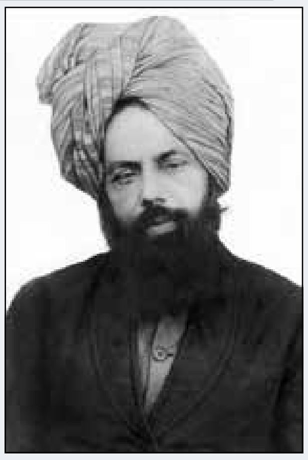

خاتم النبیین کے حقیقی معنیٰ

’’ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا جو خاتم المومنینؐ، خاتم العارفینؐ اور خاتم النبیینؐ ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں اور آپ پر نبوت ختم ہوگئی۔ تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابل فخر نہیں ہوتا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ طبعی طور پر آپ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدمؑ سے لے کر مسیح ابن مریمؑ تک نبیوں کو دیئے گئے تھے۔ کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی، وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے اور اس طرح پر طبعاً آپؐ خاتم النبیین ٹھہرے۔ اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات، وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں وہ قرآن شریف پر آکر ختم ہو گئے اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھہرا۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 341-342۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

’’وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا۔۔۔ وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مَرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونس اور ایوب اور مسیح بن مریم اور ملاکی اور یحیٰی اور ذکریا وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اُس نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ وَبَارِکۡ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔‘‘

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

دربارِ خلافت

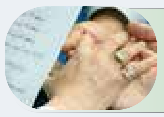

شرائط بیعت کی تیسری شرط۔ پنجوقتہ نماز کی ادائیگی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

شرائط بیعت کی تیسری شرط میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سب سے پہلے اس بنیادی رُکن کو لیتے ہوئے فرمایا ہے کہ میری بیعت میں آنے والے یہ عہد کریں کہ ’’بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول ادا کرتا رہے گا۔‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

یہاں صرف یہی نہیں فرمایا کہ عہد کرو کہ نمازیں ادا کرو گے، بلکہ پنجوقتہ نماز اور ان کی ادائیگی موافق حکم خدا اور رسول ہے۔ اس کی ادائیگی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہونی چاہیئے۔ نماز کے بارے میں خدا تعالیٰ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ (البقرۃ: 44) اور نمازوں کو قائم کرو۔ نماز کے قیام کا حکم قرآنِ کریم میں بہت سی جگہوں پر ہے، بلکہ سورۃ بقرہ کی ابتدا میں ہی ایمان بالغیب کے بعد اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’انسان کبھی خدا تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کرتا جب تک کہ اقام الصلوٰۃ نہ کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 346۔ ایڈیشن 2003ء)

اور اس زمانے میں قیامِ نماز کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب خدا تعالیٰ نے خلافت کے وعدے کے ساتھ اس طرف توجہ دلائی ہے کہ خلافت کے انعامات اُن لوگوں کے ساتھ ہی وابستہ ہیں جو نماز کے قیام کی طرف نظر رکھیں گے۔ قیامِ نماز کیا ہے؟ نماز کی باجماعت ادائیگی، باقاعدہ ادائیگی اور وقت پر ادائیگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ (البقرۃ: 44) اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور اکٹھے ہو کر جھکنے والوں کے ساتھ جھکو۔ پس نماز قائم کرنے والوں اور مالی قربانیاں کرنے والوں کی یہ خصوصیت بیان فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ خصوصیت اُن میں ہونی چاہیئے کہ وہ ایک جماعتی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں، اور یہی اُنہیں حکم ہے کہ جماعت بنا کر عبادت کرو اور جماعتی طور پر مالی قربانیوں کا بھی ذکر ہے کہ وہ کرو تا کہ اُس کام میں اُس عمل میں جو ایک جماعت پیدا ہونے کی وجہ سے ہو گا، برکت پڑے۔

نمازوں کے باجماعت ثواب کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ باجماعت نماز پڑھنے والے کو ستائیس گنا ثواب ملتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلاۃ الجماعۃ حدیث: 645)

ہم درسوں میں سنتے ہیں، تقریروں میں سنتے ہیں، بچوں کو بھی تقریریں تیار کرواتے ہیں اُس میں بیان کرتے ہیں، لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو اُس پر پوری توجہ نہیں دی جا رہی ہوتی۔ پس سوائے اشد مجبوری کے اپنی نمازوں کو باجماعت ادا کرنا چاہیئے۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ اگر جائزے لیں تو یہ بات کھل کر سامنے آئے گی کہ نماز باجماعت کی طرف وہ توجہ نہیں جو ہونی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے امریکہ میں مساجد بنانے کی طرف بہت توجہ پیدا ہوئی ہے، لیکن مساجد بنانے کا فائدہ تو تبھی ہے جب اُن کے حق بھی ادا ہوں۔ اور مساجد کے حق اُن کو آباد کرنا ہے۔ اور آبادی کے لئے خدا تعالیٰ نے جو معیار رکھا ہے وہ پانچ وقت مسجد میں آ کر نماز ادا کرنا ہے۔ بہت سے لوگ بیشک ایسے ہیں جن کو کام کے اوقات کی وجہ سے پانچ وقت مسجد میں آنا مشکل ہے۔ لیکن فجر، مغرب اور عشاء میں تو یہ عذر نہیں چلتا، اُس پر تو حاضر ہو سکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں دنیائے احمدیت میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اِن مغربی ممالک میں رہتے ہیں اور مسجد سے پندرہ بیس میل کے فاصلے پر رہتے ہیں۔ لیکن نمازوں کے لئے مسجد میں آتے ہیں۔ اگر ظہر، عصر کی نمازیں نہ پڑھ سکیں، تو جیسا کہ میں نے کہا، یہ لوگ فجر، مغرب اور عشاء پر ضرور شامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں تو تقریباً ہر ایک کے پاس سواری ہے، اپنے دنیاوی کاموں کے لئے سواریاں استعمال کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اور اُس کی عبادت کے لئے یہ سواریاں استعمال کریں گے تو ان سواریوں کا مقصد دین کی خدمت بھی بن جائے گا اور آپ کے بھی دین و دنیا دونوں سنور جائیں گے۔ جہاں بہت زیادہ مجبوری ہے وہاں اگر قریب احمدی گھر ہیں تو کسی گھر میں جمع ہو کے گھروں میں باجماعت نماز کی ادائیگی ہو سکتی ہے۔ جہاں اکیلے گھر ہیں وہاں اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ باجماعت نماز کی ادائیگی کی کوشش ہونی چاہیئے تا کہ بچوں کو بھی نماز باجماعت کی اہمیت کا پتہ چلے۔ بچوں کو ماں باپ اگر فجر کی نماز کے لئے اُٹھائیں گے تو اُن کو جہاں نماز کی اہمیت کا اندازہ ہو گا وہاں بہت سی لغویات سے بھی وہ بچ جائیں گے۔ جن کو شوق ہے، بعضوں کو رات دیر تک ٹی وی دیکھنے یا انٹرنیٹ پر بیٹھے رہنے کی عادت ہوتی ہے، خاص طور پر ویک اینڈ (Weekend) پر تو نماز کے لئے جلدی اُٹھنے کی وجہ سے جلدی سونے کی عادت پڑے گی اور بلاوجہ وقت ضائع نہیں ہو گا۔ خاص طور پر وہ بچے جو جوانی میں قدم رکھ رہے ہیں، اُن کو صبح اُٹھنے کی وجہ سے ان دنیاوی مصروفیات کو اعتدال سے کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو گی۔ بعض مجبوریاں بھی ہوتی ہیں، اچھی دیکھنے والی چیزیں بھی ہوتی ہیں، معلوماتی باتیں بھی ہوتی ہیں، اُن سے مَیں نہیں روکتا، لیکن ہر چیز میں ایک اعتدال ہونا چاہیئے۔ نمازوں کی ادائیگی کی قیمت پر ان دنیاوی چیزوں کو حاصل کرنا انتہائی بے وقوفی ہے۔

(خطبہ جمعہ 22/ جون 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

فضائل قرآن مجید

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا، ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا، کلامِ پاک رحماں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے، نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لوٴلوٴئے عماں ہے، وگر لعلِ بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت، یہاں درماندگی؛ فرقِ نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے
ارے لوگو! کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی، اگر کچھ بوئے ایماں ہے
خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو! یہ کیسا کذب و بہتاں ہے
اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا
تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے
یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو، باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے
ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو! نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے، دل وجاں اُس پہ قرباں ہے

(درثمین)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 29؍اکتوبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اُن دس افراد میں شامل تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت عطا فرمائی تھی

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر تمام صحابہ کا اجماع ہوا کہ کل انبیاء وفات پا گئے ہیں

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر بن خطابؓ ہوتے

☆ حضرت عمرؓ کا درجہ صحابہ میں اس قدر بڑا ہے کہ بعض اوقات اُن کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہو جایا کرتا تھا

☆ مکرم ڈاکٹر سید تاثیر مجتبیٰ صاحب (فضلِ عمر ہسپتال ربوہ) کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 29؍اکتوبر 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت صہیب احمد صاحب کے حصے میں آئی۔تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن دس افراد کو جنت کی بشارت عطا فرمائی تھی ان میں حضرت عمرؓ کے علاوہ ابوبکرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص، سعیدؓ بن زید اور ابوعبیدہ بن جراحؓ شامل ہیں۔حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا کہ وہاں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق میں نے اُنہیں جنت کی بشارت دی جس پر اُنہوں نے الحمد للہ کہا۔لیکن حضرت عثمانؓ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو جنت کی بشارت دو باوجود ایک مصیبت کے جو اسے پہنچے گی۔حضرت عثمانؓ نے بھی الحمد للہ کہا۔ پھر کہا مصیبت سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ ہی سے مدد طلب کی جا سکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بار میں سویا ہوا تھا تو اپنے آپ کو جنت میں ایک محل کے پاس دیکھا۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ محل عمر بن خطابؓ کا ہے۔ اُن کی غیرت کا خیال آتے ہی میں واپس چلا آیا۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ روئے اور کہا یا رسول اللہؐ! کیا میں آپؐ سے غیرت کروں گا۔آپؐ کیوں واپس آ گئے برکت بخشتے۔حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیین والوں میں سے کوئی شخص جنت والوں پر جھانکے گا تو اس کے چہرے کی وجہ سے جنت جگمگا اٹھے گی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی ان میں سے ہیں۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ انبیاء اور مرسلین کے علاوہ جنت کے اوّلین اور آخرین کے تمام بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں۔حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر بن خطابؓ ہوتے۔حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایات ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے کوئی محدث ہے تو وہ عمر بن خطابؓ ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع، خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے۔ایک حدیث کے مطابق جس شخص کی روحانی حالت عمرؓ کے موافق ہو گئی وہ ضرورت کے وقت پر محدث ہو گا۔ چنانچہ اس عاجز کو بھی ایک مرتبہ الہام ہوا تھا کہ انت محدث اللّٰہ۔ فیک مادۃ فاروقیۃ۔یعنی تو محدث اللہ ہے تجھ میں مادۂ فاروقی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے دور میں جنگ یمامہ میں جب ستّر حفاظِ قرآن شہید ہوئے تو حضرت عمرؓ نے حفاظت اور تدوین قرآن کی تجویز دی اور پھر زید بن ثابتؓ نے تدوین کا کام شروع کیا۔حضرت ابوعبیدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر صحابہ میں سے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، سعدؓ، ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، سالمؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن سائبؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کا حفظ ثابت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض وحییں حضرت عمرؓ کی موافقت کی وجہ سے ہوئیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے مروی تین موافقات کا ذکر ہے۔ مقام ابراہیمؑ کو نماز گاہ بنانے پر آیت وَ اتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰہٖمَ مُصَلًّی نازل ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیویوں کے پردہ کرنے کی تجویز دینے پر پردے کی آیت نازل ہوئی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا بوجہ غیرت آپؐ کے متعلق ایکا ہونے پر حضرت عمرؓ نے اُن کو کہا کہ اگر تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دے دیں تو اُن کا ربّ تم سے بہتر بیویاں اُن کو بدلہ میں دے گا۔ اس پر آیت عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنۡ طَلَّقَکُنَّ اَنۡ یُّبۡدِلَہٗۤ اَزۡوَاجًا خَیۡرًا مِّنۡکُنَّ نازل ہوئی۔ صحیح مسلم میں منافقین کا جنازہ نہ پڑھنے اور سنن ترمذی میں شراب کی حرمت کے بارے میں حضرت عمرؓ کا وحی قرآنی سے موافقت کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا درجہ صحابہ میں اس قدر بڑا ہے کہ بعض اوقات ان کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہو جایا کرتا تھا۔ اور ان کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان عمرؓ کے سائے سے بھاگتا ہے۔ دوسری یہ حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ تیسری یہ حدیث ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں اگر اس امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صحابی عبداللہ بن زیدؓ کو وحی کے ذریعہ سے اذان سکھائی۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے یہی اذان سکھائی تھی مگر بیس دن تک میں خاموش رہا اس خیال سے کہ ایک اور شخص رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بیان کر چکا ہے۔سنن ترمذی کی ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خواب کا بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بات زیادہ پختہ ہے اور اب مزید تصدیق ہو گئی۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئے تو دیکھا کہ چٹائی پر لیٹنے کی وجہ سے چٹائی کے نشان آپؐ کی پیٹھ پر لگے ہوئے ہیں۔حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ قیصر اور کسریٰ تو آرام کی زندگی بسر کریں اور آپؐ تکلیف میں۔ آنجنابؐ نے فرمایا کہ مجھے اس دنیا سے کیا کام۔ میری مثال اس سوار کی سی ہے جو شدت گرمی کے وقت ایک اونٹنی پر جا رہا ہے اور جب دوپہر کی شدت نے اس کو سخت تکلیف دی تو وہ اسی سواری کی حالت میں دم لینے کے لیے ایک درخت کے سائے کے نیچے ٹھہر گیا اور پھر چند منٹ کے بعد اسی گرمی میں اپنی راہ لی۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کرنے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے اجازت دی اور فرمایا: اے میرے بھائی ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر مجھے اس کے بدلے میں ساری دنیا بھی مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہو۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عمرؓ کو خیال پیدا ہوا کہ آپؐ زندہ ہیں اور دوبارہ تشریف لائیں گے اور آپؓ اس شخص کی گردن اڑانے کو تیار تھے جو اس کے خلاف کہے لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے کل صحابہ کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ ۔ تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاؤں کانپ گئے اور میں صدمے کے مارے زمین پر گر گیا۔ پس اگر کوئی نبی زندہ موجود ہوتا تو یہ استدلال درست نہیں تھا۔حضرت عمرؓ کہہ سکتے تھے کہ حضرت مسیح ابھی زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں زندہ نہیں رہ سکتے مگر سب صحابہ کا سکوت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔

حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی کیا کرتے تھے۔ حجر اسود کو کہا کرتے تھے کہ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز نہ چومتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کے قیدی آزاد کیے تو حضرت عمرؓ نے بھی ایک قیدی لڑکی کو فوراً آزاد کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی ایک جماعت کا نام لے کر حضرت حذیفہؓ کو بتایا کہ مجھے ان اشخاص کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اپنے دور خلافت میں صرف اُس شخص کی نماز جنازہ ادا کرتے جس کی حضرت حذیفہؓ پڑھتے بصورت دیگر اُس کی نماز جنازہ ترک کر دیتے۔حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو ظاہراً پورا کرنے کے لیے کِسریٰ کے کڑے ایک صحابی کو پہنا دیے۔

حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک رؤیا سے استدلال کیا کہ دنیاوی فتوحات اور عظمت جو مسلمانوں کو حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے نصیب ہوئی وہ علم نبویؐ کا ایک بچا ہوا حصہ تھا جو حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا۔حضرت مالک بن اغوالؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے، اپنے نفس کو تولو قبل اس کے کہ تمہیں تولا جائے اور سب سے بڑھ کر بڑی پیشی کے لیے تیاری کرو۔حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو اس وقت دیکھا جب آپؓ امیر المومنین تھے کہ آپؓ کے کندھوں کے درمیان قمیص میں چار چمڑے کے پیوند دیکھے۔ یہ ذکر ابھی آئندہ بھی چلے گا ان شاء اللہ۔

حضور انور نے آخر میں مکرم ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب (فضل عمر ہسپتال) ربوہ کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر فرماتے ہوئے اُن کی جماعتی خدمات کا بھی تذکرہ فرمایا اور بعد نماز جمعہ اُن کا نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

☆...☆...☆ (بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 08؍ اکتوبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے آج تک کوئی شخص فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر فاتح اور کشور کشا نہیں گزرا جو فتوحات اور عدل دونوں کا جامع ہو۔ فتوحات بھی ملی ہوں اور عدل و انصاف بھی قائم کیا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔراشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہونے والی عظیم الشان فتوحات کے اسباب و عوامل

حضرت عمرؓ کی شہادت کے واقعہ کا تفصیلی بیان

دو مرحومین مکرم قمر الدین صاحب مبلغِ سلسلہ انڈونیشیا اور مکرمہ صبیحہ ہارون صاحبہ اہلیہ سلطان ہارون خان صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی فتوحات کا ذکر ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ کی سیرت و سوانح لکھنے والے ایک سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی حضرت عمرؓ کی فتوحات اور اس کے اسباب اور عوامل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مؤرخ کے دل میں فوراً یہ سوالات پیدا ہوں گے کہ

چند صحرا نشینوں نے کیونکر فارس اور روم کا تختہ الٹ دیا؟

کیا یہ تاریخ عالم کا کوئی مستثنیٰ واقعہ تھا؟ (استثنائی واقعہ تھا؟) آخر اس کے اسباب کیا تھے؟ کیا ان واقعات کو سکندر اور چنگیز خان کی فتوحات سے تشبیہ دی جا سکتی ہے؟ جو کچھ ہوا، اس میں فرمانروائے خلافت کا کتنا حصہ تھا؟ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس موقع پر انہی سوالات کا جواب دینا چاہتے ہیں لیکن اجمال کے ساتھ پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ فتوحات فاروقی کی وسعت اور اس کے حدود اربعہ کیا تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس مربع میل تھا۔ یعنی مکہ مکرمہ سے شمال کی جانب دس سو چھتیس میل، مشرق کی جانب دس سو ستاسی میل اور جنوب کی جانب چارسو تراسی میل تھا۔ یہ تمام فتوحات خاص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات ہیں اور اس کی تمام مدت دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ یہ پس منظر جو بیان ہوا ہے جس کو تاریخ کے حوالے سے مَیں بیان کرنے لگا ہوں یہ اس لیے ہے کہ ان فتوحات کو سمجھنے کے لیے اس بات کا جاننا بھی ضروری ہے۔ بہرحال میں بیان کرتا ہوں کہ یورپین مؤرخین کی ان فتوحات کے بارے میں کیا رائے ہے۔ پہلے سوال کا جواب یورپین مؤرخوں نے یہ دیا ہے کہ اس وقت فارس اور روم دونوں سلطنتیں اوجِ اقبال سے گر چکی تھیں جو ان کا انتہا تھی وہاں تک وہ پہنچ چکی تھیں اور قانونِ قدرت ہے کہ انہوں نے نیچے گرنا ہی تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ فارس میں خسرو پرویز کے بعد نظامِ سلطنت بالکل درہم برہم ہوگیا تھا کیونکہ کوئی لائق شخص جو حکومت کو سنبھال سکتا ہو موجود نہ تھا۔ دربار کے عمائدین اور ارکان میں سازشیں شروع ہوگئی تھیں اور انہی سازشوں کی بدولت تخت نشینوں میں ادل بدل ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ تین چار برس کے عرصہ میں ہی عنان حکومت چھ سات فرمانرواؤں کے ہاتھ میں آئی اور نکل گئی۔ یورپین مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ ایک اَور وجہ یہ ہوئی کہ نوشیرواں سے کچھ پہلے مُزْدَکِیَہ فرقہ کا بہت زور ہوگیا تھا جو الحاد اور زندقہ کی طرف مائل تھا۔ اس فرقہ کے عقائد یہ تھے کہ لوگوں کے دلوں سے لالچ اور دیگر اختلافات کو دور کر دیا جائے اور عورت سمیت تمام مملوکات کو مشترکہ ملکیت قرار دیا جائے یعنی عورت کی بھی کوئی عزت نہیں تھی تا کہ مذہب پاک اور صاف ہوجائے۔ یہ نظریہ تھا ان کا اور بعض کے نزدیک یہ معاشرتی تحریک تھی جس کا مقصد زرتشتی مذہب کو مصفّٰی کرنا تھا۔ نوشیرواں نے گو تلوار کے ذریعہ اس مذہب کو دبا دیا تھا لیکن بالکل اس کو مٹا نہ سکا۔ اسلام کا قدم جب فارس میں پہنچا تو اس فرقے کے لوگوں نے مسلمانوں کو اس حیثیت سے اپنا پشت پناہ سمجھا کہ وہ کسی مذہب اور عقائد سے تعرض نہیں کرتے تھے۔ یہ یورپین مؤرخین کا نظریہ ہے۔

پھر وہ لکھتے ہیں کہ عیسائیوں میں نَسْطُوری فرقہ (Nestorian) جس کو اَور کسی حکومت میں پناہ نہیں ملتی تھی وہ اسلام کے سائے میں آ کر مخالفوں کے ظلم سے بچ گیا۔ اس طرح مسلمانوں کو دو بڑے فرقوں کی ہمدردی اور اعانت مفت میں ہاتھ آ گئی۔ روم کی سلطنت خود کمزور ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھ عیسائیت کے باہمی اختلافات ان دنوں زوروں پر تھے اور چونکہ اس وقت تک مذہب کو نظام حکومت میں دخل تھا اس لیے اس اختلاف کا اثر مذہبی خیالات تک محدود نہ تھا بلکہ اس کی وجہ سے خود سلطنت کمزور ہوتی جاتی تھی۔ علامہ اس موقف کی تردید کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں جو یورپین مؤرخین کی رائے ابھی بیان ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ جواب گو واقعیت سے بالکل خالی نہیں ہے لیکن جس قدر واقعیت ہے اس سے زیادہ طرزِ استدلال کی ملمع سازی ہے جو یورپ کا خاص انداز ہے۔ بے شبہ اس وقت فارس اور روم کی سلطنتیں اصلی عروج پر نہیں رہی تھیں لیکن اس کا صرف اس قدر نتیجہ ہوسکتا تھا کہ وہ پُرزور قوی سلطنت کا مقابلہ نہ کرسکتیں نہ یہ کہ عرب جیسی بے سروسامان قوم سے ٹکرا کر پرزے پرزے ہو جاتیں۔ روم اور فارس فنون جنگ میں ماہر تھے۔ یونان میں خاص قواعدِ حرب پر جو کتابیں لکھی گئی تھیں اور جو اَب تک موجود ہیں رومیوں میں ایک مدت تک اس کا عملی رواج رہا۔ اس کے ساتھ رسد کی فراوانی تھی۔ سروسامان کی بہتات تھی۔ آلات جنگ کا تنوع تھا۔ مختلف قسم کی چیزیں تھیں۔ فوجوں کی کثرت میں کمی نہیں آئی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی ملک پر چڑھ کر جانا نہ تھا بلکہ اپنے ملک میں اپنے قلعوں میں اپنے مورچوں میں رہ کر اپنے ملک کی حفاظت کرنی تھی۔ مسلمانوں کے حملے سے ذرا ہی پہلے خسرو پرویز کے عہد میں جو ایران کی شان و شوکت کا عین شباب تھا قیصرِ روم نے ایران پر حملہ کیا اور ہر ہر قدم پر فتوحات حاصل کرتا ہوا اصفہان تک پہنچ گیا۔ شام کے صوبے جو ایرانیوں نے چھین لیے تھے واپس لے لیے اور نئے سرے سے نظم و نسق قائم کیا۔ ایران میں خسرو پرویز تک عموماً مسلّم ہے کہ سلطنت کو نہایت جاہ و جلال تھا۔ خسرو پرویز کی وفات سے اسلامی حملے تک صرف تین چار برس کی مدت ہے۔ اتنے تھوڑے عرصہ میں ایسی قوم اور قدیم سلطنت کہاں تک کمزور ہوسکتی تھی۔ البتہ تخت نشینوں کی ادل بدل سے نظام میں فرق آ گیا تھا لیکن چونکہ سلطنت کے اجزا یعنی خزانہ، فوج اور محاصل میں کوئی کمی نہیں آئی تھی اس لیے جب یزدگرد تخت نشین ہوا اور درباریوں نے اصلاح کی طرف توجہ کی تو فوراً نئے سرے سے وہی ٹھاٹھ قائم ہو گئے۔ مُزْدَکِیَہ فرقہ گو ایران میں موجود تھا لیکن ہمیں تمام تاریخ میں ان سے کسی قسم کی مدد ملنے کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ یعنی مسلمانوں کو کوئی مدد ملی ہو۔ اسی طرح فرقہ نسطوری کی کوئی اعانت ہمیں معلوم

نہیں۔ نَسْطُوری عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے جس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کی ذات میں الوہیت اور بشریت دونوں علیحدہ علیحدہ پائی جاتی تھیں۔ عیسائیت کے اختلافِ مذہب کا اثر بھی کسی واقعہ پر خود یورپین مؤرخوں نے کہیں نہیں بتایا۔

اب عرب کی حالت دیکھو۔ تمام فوجیں جو مصر اور ایران اور روم کی جنگ میں مصروف تھیں ان کی مجموعی تعداد کبھی ایک لاکھ تک نہ پہنچی۔ فنونِ جنگ سے واقفیت کا یہ حال تھا کہ یرموک پہلا معرکہ ہے جس میں عرب نے تَعْبِیَہْ کی طرز پر صف آرائی کی۔ تَعْبِیَہْ جنگ کے وقت فوج کی ایسی ترتیب جس میں سپہ سالار یا بادشاہ جو لشکر کی کمان کرتا ہے تمام فوج کے درمیان میں کھڑا ہوتا ہے۔ اس کو ترتیبِ تَعْبِیَہْ کہتے ہیں۔ خَود، زِرہ، چِلتَہ (لوہے یا فولاد کی پوشاک) جَوْشَنْ (زرہ کی ایک قسم) بکتر، چار آئینہ (فولاد کی چار پلیٹیں جو سینے اور پشت اور دونوں رانوں پر باندھی جاتی تھیں) آہنی دستانے، جِہلَم (خود پر لگی ہوئی لوہے کی کڑیاں یا نقاب) موزے جو ہر ایرانی سپاہی کا لازمی ملبوس جنگ تھا۔ اس میں سے عربوں کے پاس صرف زرہ تھی اور وہ بھی اکثر چمڑے کی ہوتی تھی۔ ان کا یہ سارا پروٹیکشن (protection) کا سامان لوہے کا تھا اور عربوں کے پاس اگر کچھ چھوٹا موٹا تھا بھی تو وہ چمڑے کا تھا۔ رکاب لوہے کی بجائے لکڑی کی ہوتی تھی۔ آلات جنگ میں گُرز اور کَمند سے عرب بالکل آشنا نہیں تھے۔ گرز ایک ہتھیار کا نام ہے جو اوپر سے گول اور موٹا ہوتا ہے اور نیچے دستہ لگا ہوتا ہے اور دشمن کے سر پر مارتے ہیں۔ کمند پھندہ یا جال یا رسی۔ عربوں کے پاس تیر تھے لیکن ایسے چھوٹے اور کم حیثیت تھے کہ قادسیہ کے معرکے میں ایرانیوں نے جب پہلے پہل عربوں کے ان تیروں کو دیکھا تو سمجھا کہ تکلے یا سوئے ہیں۔ مصنف علامہ صاحب ان کے اصلی اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس سوال کا اصلی جواب صرف اس قدر ہے کہ

مسلمانوں میں اس وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت جو جوش، عزم، استقلال، بلند حوصلگی، دلیری پیدا ہو گئی تھی اور جس کو حضرت عمرؓ نے اَور زیادہ قوی اور تیز کر دیا تھا۔

روم اور فارس کی سلطنتیں عین عروج کے زمانے میں بھی اس کی ٹکر نہیں اٹھا سکتی تھیں۔ البتہ اس کے ساتھ اور چیزیں بھی مل گئی تھیں جنھوں نے فتوحات میں نہیں بلکہ قیام حکومت میں مدد دی۔ اس میں سب سے مقدم چیز مسلمانوں کی راست بازی اور دیانت داری تھی۔ جو ملک فتح ہوتا تھا وہاں کے لوگ مسلمانوں کی راست بازی سچائی کے اس قدر گرویدہ ہو جاتے تھے کہ باوجود اختلافِ مذہب کے ان کی سلطنت کا زوال نہیں چاہتے تھے۔ یرموک کے معرکے سے قبل جنگ کے لیے جب مسلمان شام کے اضلاع سے نکلے تو تمام عیسائی رعایا نے پکارا کہ خدا تم کو پھر اس ملک میں لائے اور یہودیوں نے توریت ہاتھ میں لے کر کہا کہ ہمارے جیتے جی قیصر اب یہاں نہیں آ سکتا۔ رومیوں کی حکومت جو شام اور مصر میں تھی وہ بالکل جابرانہ تھی اس لیے رومیوں نے جو مقابلہ کیا وہ سلطنت اور فوج کے زور سے کیا، رعایا ان کے ساتھ نہیں تھی۔ مسلمانوں نے جب سلطنت کا زور توڑا تو آگے مطلع صاف تھا، کوئی روک نہیں تھی۔ یعنی رعایا کی طرف سے کسی قسم کی مزاحمت نہیں ہوئی۔ البتہ ایران کی حالت اس سے مختلف تھی۔ وہاں سلطنت کے نیچے بہت سے بڑے بڑے رئیس تھے جو بڑے بڑے اضلاع اور صوبوں کے مالک تھے وہ سلطنت کے لیے نہیں بلکہ خود اپنی ذاتی حکومت کے لیے لڑتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ پایہ تخت کے فتح کر لینے پر بھی فارس میں ہر قدم پر مسلمانوں کو مزاحمتیں پیش آئیں لیکن عام رعایا وہاں بھی مسلمانوں کی گرویدہ ہوتی جاتی تھی اور اس لیے فتح کے بعد بقائے حکومت میں ان سے بہت مدد ملتی تھی۔ حکومت کے قیام میں مدد ملتی تھی۔ ایک اَور بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمانوں کا اوّل اوّل حملہ شام اور عراق پر ہوا اور دونوں مقامات پر کثرت سے عرب آباد تھے۔ شام میں دمشق کا حاکم غسّانی خاندان تھا جو برائے نام قیصر کا محکوم تھا۔ عراق میں لَخْمِی خاندان والے دراصل ملک کے مالک تھے گو کسریٰ کو خراج کے طور پر کچھ دیتے تھے۔ ان عربوں نے اگرچہ اس وجہ سے کہ عیسائی ہو گئے تھے اوّل اوّل مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن قومی اتحاد کا جذبہ رائیگاں نہیں جا سکتا تھا۔ عراق کے بڑے بڑے رئیس بہت جلد مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہو جانے پر وہ مسلمانوں کے دست و بازو بن گئے۔ شام میں آخر عربوں نے اسلام قبول کر لیا اور رومیوں کی حکومت سے آزاد ہو گئے۔

سکندر اور چنگیز وغیرہ کا نام لینا یہاں بالکل بے موقع ہے۔

بے شبہ ان دونوں نے بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں لیکن کس طرح؟ قہر، ظلم اور قتلِ عام کی بدولت۔ چنگیز کا حال تو سب کو معلوم ہے۔ سکندر وغیرہ کی فتوحات کا اگر موازنہ کریں تو سکندر کی یہ کیفیت ہے کہ جب اس نے شام کی طرف شہر صُوْر کو فتح کیا تو چونکہ وہاں کے لوگ دیر تک جم کر لڑے تھے اس لیے قتل عام کا حکم دیا اور ایک ہزار شہریوں کے سر شہر پناہ کی دیوار پر لٹکا دیے گئے۔ جو فصیل تھی اس پر لٹکا دیے۔ اس کے ساتھ تیس ہزار باشندوں کو لونڈی غلام بنا کر بیچ ڈالا۔ جو لوگ قدیم باشندے اور آزادی پسند تھے ان میں سے ایک شخص کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ اسی طرح فارس میں جب اِصْطَخَر (اِصْطَخَر فارس کے قدیم شہروں میں سے تھا اس) کو فتح کیا تو تمام مردوں کو قتل کر دیا۔ اسی طرح کی اَور بھی بے رحمیاں اس کے کارناموں میں مذکور ہیں یعنی سکندر کے کارناموں میں۔ پھر اسلامی فتوحات سے اس کا کس طرح موازنہ ہو سکتا ہے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ ظلم اور ستم سے سلطنت برباد ہو جاتی ہے۔ یہ اس لحاظ سے صحیح ہے کہ ظلم کی بقا نہیں۔ چنانچہ سکندر اور چنگیز کی سلطنتیں بھی دیرپا نہ ہوئیں لیکن فوری فتوحات کے لیے اسی قسم کی سفاکیاں کارگر ثابت ہوئی ہیں۔ اس کی وجہ سے ملک کا ملک مرعوب ہو جاتا ہے اور چونکہ رعایا کا بڑا گروہ ہلاک ہو جاتا ہے اس لیے بغاوت اور فساد کا اندیشہ باقی نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ چنگیز، بُخْتُ نَصر، تیمور، نادر شاہ جتنے بڑے بڑے فاتح گزرے ہیں سب کے سب سفاک بھی تھے لیکن

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات میں کبھی قانون اور انصاف سے تجاوز نہیں ہو سکتا تھا۔

آدمیوں کا قتل عام ایک طرف، درختوں کے کاٹنے تک کی اجازت نہیں تھی۔ بچوں اور بوڑھوں سے بالکل تعرض نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بجز عین معرکہ کارزار کے کوئی شخص قتل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یعنی لڑائی کے دوران میں قتل ہو تو ہو، اس کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کرنا۔ دشمن سے کسی موقع پر بدعہدی یا فریب دہی نہیں کی جا سکتی تھی۔ افسروں کو تاکیدی احکام دیے جاتے تھے کہ اگر دشمن تم سے لڑائی کریں تو تم ان سے فریب نہ کرو۔ کسی کی ناک، کان نہ کاٹو۔ کسی بچے کو قتل نہ کرو۔ کھل کے لڑو۔ پھر جو لوگ مطیع ہو کر باغی ہو جاتے تھے یعنی ایک دفعہ اطاعت کر لی پھر باغی ہو گئے ان سے دوبارہ اقرار لے کر درگزر کی جاتی تھی یہاں تک کہ جب عَرَبْسُوس والے تین تین دفعہ متواتر اقرار کر کے پھر گئے، (یہ عَرَبْسُوس جو ہے یہ شام کی آخری سرحد پر واقع ایک شہر کا نام ہے جس کی سرحد ایشیائے کُوچک سے ملی ہوئی تھی۔) تو صرف اس قدر کیا کہ ان کو وہاں سے جلاوطن کر دیا لیکن اس کے ساتھ ان کی کل جائیداد مقبوضہ کی قیمت ادا کر دی۔ پیسے دے دیے۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ اگر خیبر کے یہودیوں کو سازش اور بغاوت کے جرم میں نکالا تھا تو ان کی مقبوضہ ارضیات کا معاوضہ دے دیا تھا اور اضلاع کے حکام کو احکام بھیج دیے کہ جدھر سے ان لوگوں کا گزر ہو ان کو ہر طرح کی اعانت دی جائے اور جب کسی شہر میں قیام پذیر ہوں تو ایک سال تک ان سے جزیہ نہ لیا جائے۔

پھر لکھتے ہیں کہ جو لوگ فتوحات فاروقی کی حیرت انگیزی کا جواب دیتے ہیں کہ دنیا میں اَور بھی ایسے فاتح گزرے ہیں ان کو یہ دکھانا چاہیے کہ اس احتیاط، اس قید یعنی اتنی پابندی، اس درگزر کے ساتھ دنیا میں کس حکمران نے ایک چپہ بھی غیروں کی زمین فتح کی ہے۔ اس کے علاوہ سکندر اور چنگیز وغیرہ خود ہر موقع اور ہر جنگ میں شریک رہتے تھے اور خود سپہ سالار بن کر فوج کو لڑاتے تھے اس کی وجہ سے علاوہ اس کے کہ فوج کو ایک ماہر سپہ سالار ہاتھ آتا تھا، فوج کے دل قوی رہتے تھے اور ان میں بالطبع اپنے آقا پر فدا ہونے کا جوش پیدا ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام مدتِ خلافت میں ایک دفعہ بھی کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ فوجیں ہر جگہ کام کر رہی تھیں۔ البتہ ان کی باگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ ایک اَور بڑا واضح اور صریح فرق یہ ہے کہ سکندر وغیرہ کی فتوحات گزرنے والے بادل کی طرح تھیں۔ ایک دفعہ زور سے آیا اور نکل گیا۔ ان لوگوں نے جو ممالک فتح کیے وہاں کوئی نظم حکومت نہیں قائم کیا۔ اس کے برخلاف فتوحات فاروقی میں یہ استواری تھی کہ جو ممالک اس وقت فتح ہوئے تیرہ سو برس گزرنے پر آج بھی اسلام کے قبضہ میں ہیں اور خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ہر قسم کے ملکی انتظامات وہاں قائم ہو گئے تھے۔

پھر جو حضرت عمرؓ کی فتوحات کا خاص کردار ہے اس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ آخری سوال کا جواب

عام رائے کے موافق یہ ہے کہ فتوحات میں خلیفۂ وقت کا اتنا کردار نہیں ہے بلکہ اس وقت کے جوش اور عزم کی جو حالت تھی اسی کی وجہ سے تمام فتوحات ہوئیں۔ یہ ایک سوال ہے لیکن کہتے ہیں کہ جو کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کردار نہیں ہے، ہماری رائے کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی تو آخر وہی مسلمان تھے لیکن کیا نتیجہ ہوا۔ جوش اور اثر بے شبہ برقی قوتیں ہیں لیکن یہ قوتیں اس وقت کام دے سکتی ہیں جب کام لینے والا بھی اسی زور اور قوت کا ہو۔ قیاس اور استدلال کی ضرورت نہیں، واقعات خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ فتوحات کے تفصیلی حالات پڑھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ

تمام فوج پتلی کی طرح

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشاروں پر حرکت کرتی تھی

اور فوج کا جو نظم و نسق تھا وہ خاص ان کی سیاست اور تدبیر کی بدولت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوج کی ترتیب، فوجی مشقیں، بیرکوں کی تعمیر، گھوڑوں کی پرداخت، قلعوں کی حفاظت، جاڑے اور گرمی کے لحاظ سے حملوں کا تعین، فوج کی نقل و حرکت، پرچہ نویسی کا انتظام، افسران فوجی کا انتخاب یعنی جو فوجی افسران تھے ان کا انتخاب، قلعہ شکن آلات کا استعمال، یہ اور اس قسم کے امور خود ایجاد کیے اور ان کو کس کس عجیب و غریب زور و قوت کے ساتھ قائم رکھا یہ حضرت عمرؓ کا خاصہ ہے۔ عراق کی فتوحات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درحقیقت خود سپہ سالاری کا کام کیا تھا۔ فوج جب مدینہ سے روانہ ہوئی تو ایک ایک منزل بلکہ راستہ تک خود متعین کر دیا تھا کہ یہاں سے جانا ہے، یہاں سے گزرنا ہے، یہاں یہ کرنا ہے اور اس کے موافق تحریری احکام بھیجتے رہتے تھے۔ فوج جب قادسیہ کے قریب پہنچی تو موقع کا نقشہ منگوا کر بھیجا اور اس کے لحاظ سے فوج کی ترتیب اور صف آرائی سے متعلق ہدایتیں بھیجیں۔ جس قدر افسر جن جن کاموں پہ مامور ہوتے تھے ان کے خاص حکم کے موافق مامور ہوتے تھے۔ تاریخ طبری میں اگر عراق کے واقعات کو تفصیل سے دیکھو تو صاف نظر آتا ہے کہ ایک بڑا سپہ سالار دور سے تمام فوجوں کو لڑا رہا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اس کے اشاروں پر ہوتا ہے۔ ان تمام لڑائیوں میں جو دس برس کی مدت میں پیش آئیں سب سے زیادہ خطرناک دو موقعے تھے ایک نَہاوَند کا معرکہ جب ایرانیوں نے فارس کے صوبہ جات میں ہر جگہ نقیب دوڑا کر تمام ملک میں آگ لگا دی تھی اور لاکھوں فوج مہیا کر کے مسلمانوں کی طرف بڑھے تھے۔ دوسرے جب قیصر روم نے جزیرہ والوں کی اعانت سے دوبارہ حِمص پر چڑھائی کی تھی۔ ان دونوں معرکوں میں صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسن تدبیر تھی جس نے ایک طرف ایک اٹھتے ہوئے طوفان کو دبا دیا اور دوسری طرف ایک کوہِ گراں کے پرخچے اڑا دیے۔ ان واقعات کی تفصیل کے بعد یہ دعویٰ صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے آج تک کوئی شخص فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر فاتح اور کشور کشا نہیں گزرا جو فتوحات اور عدل دونوں کا جامع ہو۔

(ماخوذ از الفاروق از مولانا شبلی نعمانی صفحہ 170 تا 177، 287 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 20۔ زیر لفظ مُزدک۔ صفحات 529-530 شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور)

(اردو لغت۔ زیر لفظ نَسطوریت جلد 19 صفحہ 932۔ اردو لغت بورڈ کراچی)

(اردو لغت۔ زیر لفظ تَعبِیَۃ۔ جلد پنجم صفحہ 281-282۔ اردو لغت بورڈ کراچی)

(معجم البلدان جلد ۱ صفحہ ۲۴۹-۲۵۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

فتوحات بھی ملی ہوں اور عدل و انصاف بھی قائم کیا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمرؓ کو شہادت کی دعا

دینے کے بارے میں آتا ہے اور آپؐ نے حضرت عمرؓ کو شہید کہا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو سفید کپڑوں میں ملبوس دیکھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے یہ کپڑے نئے ہیں یا دھلے ہوئے؟ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ حضرت عمرؓ نے اس کا کیا جواب دیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ نئے کپڑے پہنو اور قابلِ تعریف زندگی گزارو اور شہیدوں کی موت پاؤ اور حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تمہیں دنیا اور آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کرے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب جلد ۲ صفحہ ۴۲۹، حدیث ۵۶۲۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۸ء)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اُحد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ان کے سمیت ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُحد! ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ حدیث ۳۶۷۵)

حضرت اُبَی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے کہا کہ عالمِ اسلام حضرت عمرؓ کی وفات پر روئے گا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد اول صفحہ ۶۷-۶۸، روایت ۶۱۔ سن عمر و وفاتہ و فی سنۃ اختلاف۔ دار احیاء التراث العربی ۲۰۰۲ء)

شہادت کی تمنا

جو حضرت عمرؓ کو تھی اس کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت حفصہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ قَتْلًا فِیْ سَبِیْلِکَ وَوَفَاۃً فِیْ بَلَدِ نَبِیِّکَ کہ اے اللہ! مجھے اپنے رستے میں شہادت نصیب فرما اور مجھے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں وفات دے۔ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ یَأْتِیْ بِاَمْرِہٖ اَنّٰی شَاءَ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آتا ہے جس طرح وہ چاہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

حضرت عمرؓ نے شہادت کے متعلق جو دعا کی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عمرؓ اللہ تعالیٰ کے کتنے مقرب تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ یہاں میرے بعد سے مراد معاً بعد ہے تو وہ شخص جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قابل سمجھتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے کسی کو شہادت کے مرتبہ سے اٹھا کر نبوت کے بلند مرتبہ پر فائز کرنا ہوتا تو اس کا مستحق عمرؓ تھا۔ وہ عمرؓ جس کی قربانیوں کو دیکھ کر یورپ کے اشد ترین مخالف بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس قسم کی قربانی کرنے اور اس طرح اپنے آپ کو مٹا دینے والا انسان بہت کم ملتا ہے اور جس کی خدمات کے متعلق وہ یہاں تک غلو کرتے ہیں کہ اسلام کی ترقی کو ان سے ہی وابستہ کرتے ہیں۔ وہ عمرؓ دعا کیا کرتے تھے کہ الٰہی! میری موت مدینہ میں ہو اور شہادت سے ہو۔‘‘ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ’’یہ دعا محبت کے جوش میں کی ورنہ یہ دعا تھی بہت خطرناک۔ اس کے معنے یہ بنتے تھے کہ کوئی اتنا زبردست غنیم ہو‘‘ ایسا حملہ آور حملہ کرنے والا ہو ’’کہ جو تمام اسلامی ممالک کو فتح کرتا ہوا مدینہ پہنچ جائے اور پھر وہاں آکر آپؓ کو شہید کرے لیکن اللہ تعالیٰ جو دلوں کا حال جانتا ہے اس نے حضرت عمرؓ کی اس خواہش کو بھی پورا کر دیا اور مدینہ کو بھی ان آفات سے بچا لیا جو بظاہر اس دعا کے پیچھے مخفی تھیں اور وہ اس طرح کہ اس نے مدینہ میں ہی ایک کافر کے ہاتھ سے آپؓ کو شہید کروا دیا۔ بہرحال حضرت عمرؓ کی دعا سے پتہ لگ جاتا ہے کہ ان کے نزدیک خدا تعالیٰ کے قرب کی یہی نشانی تھی کہ اپنی جان کو اس کی راہ میں قربان کرنے کا موقع مل سکے لیکن آج قرب کی یہ نشانی سمجھی جاتی ہے۔‘‘ اپنے خطبہ میں ایک وصیت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ، احمدیوں کو فرما رہے ہیں کہ ’’لیکن آج قرب کی یہ نشانی سمجھی جاتی ہے کہ خدا بندہ کی جان بچا لے۔‘‘

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 474-475)

ایک اَور جگہ حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ اور دعا کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عمرؓ کے متعلق لکھا ہے کہ آپؓ ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ مجھے موت مدینہ میں آئے اور شہادت کی موت آئے۔

دیکھو موت کس قدر بھیانک چیز ہے۔ موت کے وقت عزیز سے عزیز بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کسی عورت کی ایک بیٹی بیمار ہو گئی۔ حضرت مصلح موعودؓ واقعہ سنا رہے ہیں کہ موت سے لوگ کس طرح ڈرتے ہیں۔ اس ڈرنے کا ایک واقعہ اس طرح ہے، ایک کہانی ہے کہ کسی عورت کی بیٹی بیمار ہو گئی۔ وہ دعائیں کرتی تھی خدایا میری بیٹی بچ جائے اور اس کی جگہ میں مر جاؤں۔ بہت پیار کا اظہار کر رہی تھی بیٹی سے۔ ایک رات اتفاق سے اس عورت کی گائے کی رسّی کھل گئی اور اس نے ایک برتن میں منہ ڈالا۔ گائے نے برتن میں منہ ڈال دیا

جس میں اس کا سر پھنس گیا اور وہ اسی طرح گھڑا سر پر اٹھا کر ادھر ادھر بھاگنے لگی۔ گائے پریشان ہوگئی، سر پھنس گیا، بھاگنے لگی۔ یہ دیکھ کر کہ گائے کے جسم پر منہ کی بجائے کوئی اَور بڑی سی چیز ہے وہ عورت ڈر گئی۔ اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ یہ کیا ہے؟ گائے بھاگ رہی ہے اور اس کے منہ پر کوئی اَور چیز نظر آ رہی ہے۔ وہ ڈر گئی۔ اس نے سمجھا کہ شاید میری دعا قبول ہوگئی ہے اور عزرائیل میری جان نکالنے کے لیے آیا ہے۔ اس پر بے اختیار بول اٹھی کہ عزرائیل بیمار مَیں نہیں ہوں بلکہ وہ لیٹی ہے۔ اس کی جان نکال لے یعنی بیٹی کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ جان اتنی پیاری چیز ہے کہ اسے بچانے کے لیے انسان ہر ممکن تدبیر کرتا ہے۔ کہاں تو یہ تھا کہ دعا کر رہی تھی۔ کہاں جب دیکھا کہ واقعی کوئی ایسا خطرہ پیدا ہوگیا ہے تو بیٹی کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس کی جان نکال لو۔ فرماتے ہیں انسان ہر ممکن تدبیر کرتا ہے جان بچانے کے لیے۔ علاج کراتے کراتے کنگال ہو جاتا ہے لیکن صحابہ کرامؓ کو یہی جان خدا تعالیٰ کے لیے دینے کی اس قدر خواہش تھی کہ حضرت عمرؓ دعائیں کرتے تھے کہ مجھے مدینہ میں شہادت نصیب ہو۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خیال آیا کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی یہ دعا کس قدر خطرناک تھی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ دشمن مدینہ پر چڑھ آئے اور مدینہ کی گلیوں میں حضرت عمرؓ کو شہید کر دے لیکن خدا تعالیٰ نے ان کی دعا کو اَور رنگ میں قبول کر لیا اور وہ ایک مسلمان کہلانے والے کے ہاتھوں سے ہی مدینہ میں شہید کر دیے گئے۔ کہا یہی جاتا ہے کہ شہید کرنے والا کافر تھا لیکن بعض جگہ یہ بھی روایت مل جاتی ہے کہ شاید مسلمان کہلاتا تھا لیکن بہرحال عمومی طور پر یہی ہے کہ وہ کافر تھا۔ پہلی دفعہ حضرت مصلح موعودؓ نے کافر بیان کیا ہے دوسری جگہ مسلمان کہلانے والا کہا ہے۔ یعنی کہ خود بھی پوری طرح تسلی نہیں ہے کہ مسلمان تھا کہ نہیں۔ اور بعض کے نزدیک وہ شخص مسلمان نہ تھا۔ ہاں خود ہی یہ فرما رہے ہیں کہ بعض کے نزدیک وہ شخص مسلمان نہ تھا۔ بہرحال وہ ایک غلام تھا جس سے خدا تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو شہید کرا دیا تو انسان خود جن چیزوں کو چاہتا ہے اور خواہش رکھتا ہے وہ اس کے لیے مصیبت نہیں ہوتیں۔
(ماخوذ از خطبات محمود جلد1 صفحہ 166۔167)

حضرت مصلح موعودؓ نے یہ واقعہ بھی ایک خطبہ میں بیان فرمایا تھا۔

حضرت عمرؓ کی شہادت اور وفات کے متعلق صحابہ کرام کا رؤیا

حضرت ابوبُردہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عوف بن مالکؓ نے ایک خواب دیکھا کہ لوگ ایک میدان میں جمع کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص دوسرے لوگوں سے تین ہاتھ بلند ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ عمر بن خطاب ہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کس وجہ سے باقی لوگوں سے بلند ہیں۔ کہا ان میں تین خوبیاں ہیں؛ وہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے، وہ اللہ کی راہ میں شہادت پانے والے ہیں اور وہ خلیفہ ہیں جنہیں خلیفہ بنایا جائے گا۔ پھر حضرت عوفؓ اپنی خواب سنانے کے لیے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ حضرت ابوبکرؓ اس زمانے میں خلیفہ تھے۔ انہیں یہ بتایا تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور ان کو بشارت دی اور حضرت عوفؓ سے فرمایا اپنی خواب بیان کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ کہا کہ انہیں خلیفہ بنایا جائے گا تو حضرت عمرؓ نے انہیں ڈانٹا اور خاموش کروا دیا کیونکہ یہ حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کا واقعہ ہے۔ پھر جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپ شام کی طرف گئے۔ آپ خطاب فرما رہے تھے کہ آپ نے حضرت عوفؓ کو دیکھا۔ آپ نے انہیں بلایا اور منبر پر چڑھا لیا اور انہیں کہا کہ اپنی خواب سناؤ۔ انہوں نے اپنی خواب سنائی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ میں اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا تو میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے بنا دے گا اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مجھے خلیفہ بنایا جائے گا تو میں خلیفہ مقرر ہو چکا ہوں اور میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ جو اس نے میرے سپرد کیا ہے وہ اس میں میری مدد فرمائے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ شہید کیا جاؤں گا تو مجھے شہادت کیسے نصیب ہوسکتی ہے! میں جزیرہ عرب میں ہی رہتا ہوں اور اپنے اردگرد کے لوگوں سے جنگ نہیں کرتا۔ پھر فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو وہ اس شہادت کو لے آئے گا۔ یعنی گو بظاہر حالات نہیں ہیں لیکن اگر اللہ چاہے تو لا سکتا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے بہت سے راستے اختیار کیے پھر وہ سب مٹ گئے۔ صرف ایک راستہ رہ گیا اور میں اس پر چل پڑا یہاں تک کہ میں ایک پہاڑ پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے پہلو میں حضرت ابوبکرؓ ہیں اور آپ حضرت عمرؓ کو اشارے سے بلا رہے ہیں کہ وہ آئیں تو میں نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ کی قسم! امیر المومنین فوت ہو گئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا (دل میں یہ کہتے ہیں کہ) آپ یہ خواب حضرت عمرؓ کو نہیں لکھیں گے۔ انہوں نے کہا میں ایسا نہیں کہ حضرت عمرؓ کو ان کی وفات کی خبر دوں۔
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۵۲-۲۵۳ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

سعید بن ابو ہِلال سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے جمعہ کے دن لوگوں سے خطاب کیا۔ آپؓ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر فرمایا اے لوگو! مجھے ایک خواب دکھایا گیا ہے جس سے مَیں سمجھتا ہوں کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک سرخ مرغ ہے جس نے مجھے دو مرتبہ چونچ ماری ہے۔ چنانچہ میں نے یہ رؤیا اَسماء بنت عُمَیس سے بیان کیا تو انہوں نے بتایا یعنی تاویل یہ کی کہ عجمیوں میں سے کوئی شخص مجھے قتل کرے گا۔
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۵۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

حضرت عمرؓ کے واقعہ شہادت کے بارے میں کہ

کس دن حضرت عمرؓ پر حملہ ہوا اور آپؓ کس دن دفن ہوئے؟

اس سلسلہ میں مختلف روایات ملتی ہیں۔

طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ پر بدھ کے روز حملہ ہوا اور جمعرات کے دن آپؓ کی وفات ہوئی۔ حضرت عمرؓ کو 26/ ذوالحجہ 23 ہجری کو حملہ کر کے زخمی کیا گیا اور یکم محرم 24 ہجری صبح کے وقت آپؓ کی تدفین ہوئی۔ عثمان اَخْنَس کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی وفات 26/ ذوالحجہ بدھ کے روز ہوئی۔ اَبُو مَعْشَر کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو 27/ ذوالحجہ کو شہید کیا گیا۔
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۷۸ سن ۲۳ ھجری دارالکتب العلمیۃ ۱۹۹۰ء)
(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ للطباعۃ و النشر و التوزیع و الاعلان ۱۹۹۷ء)

تاریخ طبری اور تاریخ ابن اثیر کے علاوہ اکثر مؤرخین کے نزدیک حضرت عمر 26/ ذوالحجہ 23 ہجری کو زخمی ہوئے اور یکم محرم چوبیس ہجری کو آپؓ کی وفات ہوئی اور اسی روز آپ کی تدفین ہوئی۔
(ماخوذ از تاریخ الطبری جزء الخامس صفحہ ۵۴ ذکر الخبر عن وفاۃ عمر مطبوعہ دارالفکر بیروت)
(الکامل فی التاریخ جزء الثانی صفحہ ۴۴۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)
(ماخوذ از الفاروق از شبلی صفحہ 154 ادارہ اسلامیات 2004ء)

شہادت کے واقعہ کی تفصیل

صحیح بخاری میں یوں بیان ہوئی ہے۔ عَمرو بن مَیمُون بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو ان کے زخمی کیے جانے سے کچھ دن پہلے مدینہ میں دیکھا۔ وہ حُذَیفہ بن یَمَان اور عُثمان بن حُنَیف کے پاس رکے اور فرمانے لگے کہ عراق کی اراضی کے لیے جس کا انتظام خلافت کی جانب سے ان کے سپرد تھا تم دونوں نے کیا کیا ہے؟ کیا تمہیں یہ اندیشہ تو نہیں کہ تم دونوں نے زمین پر ایسا لگان مقرر کیا ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتی۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم نے وہی لگان مقرر کیا ہے جس کی وہ طاقت رکھتی ہے۔ یعنی زمین کی اتنی پوٹینشل (potential) ہے کہ اس میں سے اتنی فصل نکل سکے۔ اس میں کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: پھر دیکھ لو کہ تم لوگوں نے زمین پر ایسا لگان تو مقرر نہیں کیا جس کی وہ طاقت نہ رکھتی ہو؟ راوی کہتے ہیں ان دونوں نے کہا: نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر اللہ نے مجھے سلامت رکھا تو میں ضرور اہلِ عراق کی بیواؤں کو اس حال میں چھوڑوں گا کہ وہ میرے بعد کبھی کسی شخص کی محتاج نہ ہوں گی۔ راوی نے کہا پھر اس گفتگو کے بعد حضرت عمرؓ پر ابھی چوتھی رات نہیں آئی تھی کہ وہ زخمی ہو گئے۔ راوی نے کہا کہ جس دن وہ زخمی ہوئے، میں کھڑا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان سوائے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے کوئی نہ تھا اور آپؓ کی عادت تھی کہ جب دو صفوں کے درمیان سے گزرتے تو فرماتے جاتے کہ صفیں سیدھی کر لو۔ یہاں تک کہ جب دیکھتے کہ ان میں کوئی خلل نہیں رہ گیا تو آگے بڑھتے اور اللہ اکبر کہتے اور بسا اوقات نماز فجر میں سورۂ یوسف یا سورۂ نحل یا ایسی ہی سورہ پہلی رکعت میں پڑھتے تا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ ابھی انہوں نے اللہ اکبر کہا ہی تھا کہ میں نے ان کو کہتے سنا کہ مجھے قتل کر دیا یا کہا مجھے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ جب اس نے یعنی حملہ آور نے آپ پر وار کیا تو وہ عجمی دو دھاری چھری لیے ہوئے بھاگا۔ وہ کسی کے پاس سے دائیں اور بائیں نہ گزرتا

مگر اس کو زخمی کرتا جاتا یعنی وہ جہاں سے بھی گزرتا اس خوف سے کہ لوگ یا کوئی پکڑنے والا اگر کوئی پکڑنے کی کوشش کرتا تو وہ اسی چھری سے اس پر بھی وار کرتا جاتا اور لوگوں کو زخمی کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا۔ ان میں سے سات مر گئے۔

مسلمانوں میں سے ایک شخص نے جب یہ دیکھا تو اس نے کوٹ، بخاری میں اس جگہ بُرنُس کا لفظ آیا ہے جو اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ سر ڈھانپنے والا حصہ بھی ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے۔ لمبا چوغہ اور ساتھ ہی سر ڈھانپنے والی ٹوپی سی لگی ہوتی ہے۔ لمبی ٹوپی کو بھی کہتے ہیں۔ بہرحال وہ کوٹ اس پر پھینکا۔ جب اس نے یقین کر لیا کہ وہ پکڑا گیا تو اس نے اپنا گلا کاٹ لیا۔ اور حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں آگے کیا اور راوی کہتے ہیں کہ جو حضرت عمرؓ کے قریب تھے انہوں نے بھی وہ دیکھا جو میں نے دیکھا اور مسجد کے اطراف میں جو تھے وہ نہیں جانتے تھے سوائے اس کے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کی آواز غائب پایا اور وہ سبحان اللہ! سبحان اللہ! کہنے لگے تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے لوگوں کو مختصر نماز پڑھائی۔ پھر جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا ابن عباسؓ! دیکھو مجھ کو کس نے مارا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے کچھ دیر چکر لگایا پھر آئے اور انہوں نے بتایا کہ مغیرہ کے غلام نے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہی جو کاریگر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ اسے ہلاک کرے میں نے اس کے متعلق نیک سلوک کرنے کا حکم دیا تھا۔

اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے میری موت ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں کی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو

یعنی یہاں سے بھی ثابت ہے کہ وہ مسلمان نہیں تھا۔ اے ابن عباسؓ! تم اور تمہارا باپ پسند کرتے تھے کہ یہ عجمی غلام مدینہ میں زیادہ سے زیادہ ہوں اور حضرت عباسؓ کے پاس سب سے زیادہ غلام تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں کر گزروں۔ یعنی اگر آپ چاہیں تو ہم بھی مدینہ میں موجود عجمی غلاموں کو قتل کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں۔ درست نہیں ہے۔ کہا کہ خصوصاً جبکہ اب وہ تمہاری زبان میں گفتگو کرتے ہیں اور تمہارے قبلے کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے ہیں اور تمہاری طرح حج کرتے ہیں۔ بہت سے غلام ایسے بھی تھے جو مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر ہم انہیں یعنی حضرت عمرؓ کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔ ہم بھی ان کے ساتھ گھر میں چلے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مسلمانوں پر اس دن سے پہلے ایسی کوئی مصیبت نہیں آئی۔ کوئی کہتا: کچھ نہیں ہو گا اور کوئی کہتا: مجھے ان کے بارے میں خطرہ ہے کہ وہ جانبر نہ ہو سکیں گے۔ آخر ان کے پاس نبیذ لائی گئی اور انہوں نے اس کو پیا جو ان کے پیٹ سے نکل گئی۔ پھر ان کے پاس دودھ لایا گیا انہوں نے اسے پیا وہ بھی آپ کے زخم سے نکل گیا تو لوگ سمجھ گئے کہ آپؓ کی وفات ہو جائے گی۔ عمرو بن مَیمُون کہتے ہیں پھر ہم ان کے پاس گئے اور دیگر لوگ بھی آئے جو ان کی تعریف کرنے لگے۔ اور ایک نوجوان شخص آیا۔ اس نے کہا امیر المومنینؓ! آپؓ اللہ کی اس بشارت سے خوش ہو جائیں جو آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کی وجہ سے حاصل ہے اور ابتدا میں اسلام لانے کے شرف کی وجہ سے ہے جسے آپؓ خوب جانتے ہیں۔ پھر آپؓ خلیفہ بنائے گئے اور آپؓ نے انصاف کیا پھر شہادت۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میری تو یہ آرزو ہے۔ یہ باتیں برابر برابر ہی رہیں۔ نہ میرا مواخذہ ہو اور نہ مجھے ثواب ملے۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر جانے لگا تو اس کا تہ بند زمین سے لگ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس لڑکے کو میرے پاس واپس لاؤ۔ فرمانے لگے میرے بھتیجے اپنا کپڑا اٹھائے رکھو۔ اس سے تمہارا کپڑا بھی زیادہ دیر چلے گا۔ زمین سے گھسٹنے سے پھٹے گا نہیں اور یہ فعل تمہارے ربّ کے نزدیک تقویٰ کے زیادہ قریب ہو گا۔ یعنی بعض دفعہ بلاوجہ تکبر پیدا ہو جاتا تھا۔ اس زمانے میں لمبے کپڑے اس لیے بھی لوگ پہنتے تھے کہ امارت کی نشانی ہو تو انہوں نے کہا تکبر نہ پیدا ہو اور یہ تقویٰ کے قریب رہے۔

پھر عبداللہ بن عمرؓ کو کہنے لگے دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے۔ انہوں نے حساب کیا تو اس کو چھیاسی ہزار درہم یا اس کے قریب پایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر عمرؓ کے خاندان کی جائیداد اس کو پورا کر دے تو پھر ان کی جائیداد سے اس کو ادا کر دو ورنہ بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر ان کی جائیدادیں بھی پوری نہ کریں تو قریش سے مانگنا اور اس کے سوا کسی کے پاس نہ جانا۔ یہ قرض میری طرف سے ادا کر دینا۔ حضرت عائشہ، امّ المومنینؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہنا کہ عمر آپ کو سلام کہتے ہیں اور امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ آج میں مومنوں کا امیر نہیں اور ان سے کہنا کہ

عمر بن خطاب اس بات کی اجازت چاہتا ہے کہ اسے اس کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔

بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایسا اس وقت کہا تھا جب آپؓ کو موت کا یقین ہو گیا تھا اور حضرت عائشہؓ کے لیے اس میں اشارہ تھا کہ امیر المومنین کہنے کی وجہ سے ڈریں نہیں۔ چنانچہ عبداللہ نے سلام کہا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ پھر ان کے پاس اندر گئے تو انہیں دیکھا کہ بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا: عمر بن خطابؓ آپؓ کو سلام کہتے ہیں اور اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہنے لگیں کہ مَیں نے اس جگہ کو اپنے لیے رکھا ہوا تھا لیکن آج میں اپنی ذات پر ان کو مقدم کروں گی۔ جب حضرت عبداللہؓ لوٹ کر آئے تو حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عمرؓ آ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے اٹھاؤ تو ایک شخص نے آپؓ کو سہارا دے کر اٹھایا۔ آپؓ نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ عبداللہ نے کہا امیر المومنین! وہی جو آپؓ پسند کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی ہے۔ کہنے لگے الحمد للہ! اس سے بڑھ کر اَور کسی چیز کی مجھے فکر نہ تھی۔ جب مَیں مر جاؤں تو مجھے اٹھا کر لے جانا۔ پھر سلام کہنا اور یہ کہنا کہ عمر بن خطابؓ اجازت مانگتا ہے۔ اگر انہوں نے میرے لیے اجازت دی تو مجھے اندر حجرے میں تدفین کے لیے لے جانا اور اگر انہوں نے مجھے لوٹا دیا تو پھر مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں واپس لے جانا۔ امّ المومنین حضرت حفصہؓ آئیں اور دوسری عورتیں بھی ان کے ساتھ آئیں۔ جب ہم نے ان کو دیکھا تو ہم چلے گئے۔ وہ ان کے پاس اندر گئیں اور کچھ دیر ان کے پاس روتی رہیں۔ پھر جب کچھ مردوں نے اندرونی حصہ میں آنے کی اجازت مانگی تو وہ مردوں کے آتے ہی اندر چلی گئیں اور ہم اندر سے ان کے رونے کی آواز سنتے رہے۔ لوگوں نے کہا امیر المومنین وصیت کر دیں۔ کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں۔ انہوں نے کہا میں اس خلافت کا حق دار ان چند لوگوں میں سے بڑھ کر اَور کسی کو نہیں پاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں فوت ہوئے کہ آپؐ ان سے راضی تھے۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام لیا اور کہا عبداللہ بن عمرؓ تمہارے درمیان موجود رہے گا لیکن اس امر یعنی خلافت میں اس کا کوئی حق نہیں ہو گا۔ اگر خلافت سعدؓ کو مل گئی تو پھر وہی خلیفہ ہو ورنہ جو بھی تم میں سے امیر بنایا جائے وہ سعدؓ سے مدد لیتا رہے کیونکہ میں نے ان کو اس لیے معزول نہیں کیا تھا کہ وہ کسی کام کے کرنے سے عاجز تھے اور نہ اس لیے کہ کوئی خیانت کی تھی۔ نیز فرمایا میں

اس خلیفہ کو جو میرے بعد ہو گا پہلے مہاجرین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں

کہ وہ ان کے حقوق ان کے لیے پہچانیں۔ ان کی عزت کا خیال رکھیں۔ میں انصار کے متعلق بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں جو مدینہ میں پہلے سے رہتے تھے اور مہاجرین کے آنے سے پہلے ایمان قبول کر چکے تھے۔ جو ان میں سے نیک کام کرنے والا ہو اسے قبول کیا جائے اور جو اُن میں سے قصور وار ہو اس سے درگزر کیا جائے اور میں سارے شہروں کے باشندوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کی ان کو وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کے پشت پناہ ہیں اور مال کے حصول کا ذریعہ ہیں اور دشمن کے کڑھنے کا موجب ہیں اور یہ کہ ان کی رضامندی سے ان سے وہی لیا جائے جو ان کی ضرورتوں سے بچ جائے۔ اور میں اُس کو بدوی عربوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں یعنی آئندہ کے خلیفہ کو کیونکہ وہ عربوں کی جڑ ہیں اور اسلام کا مادہ ہیں یہ کہ ان کے اموال میں سے جو زائد ہے وہ لیا جائے اور پھر ان کے محتاجوں کو لوٹایا جائے اور میں اس کو اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ ان کے عہد ان کے لیے پورا کیا جائے اور ان کی حفاظت کے لیے جنگ کی جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے۔ جب آپؓ فوت ہو گئے تو ہم ان کو لے کر نکلے اور پیدل چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کو السلام علیکم کہا اور کہا عمر بن خطابؓ اجازت مانگتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کو اندر لے آؤ۔ چنانچہ ان کو اندر لے جایا گیا اور وہاں ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھ دیے گئے۔ جب ان کی تدفین سے فراغت ہوئی تو

وہ آدمی جمع ہوئے جن کا حضرت عمرؓ نے نام لیا تھا تا کہ انتخاب خلافت ہو سکے اور پھر وہ اگلی کارروائی ہوئی۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قصۃ البیعۃ، والاتفاق علی عثمان بن عفان حدیث ٣٧٠٠)

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ١٦ صفحہ ٢٩٢ دار الکتب العلمیہ بیروت ٢٠٠١ء)

(لغات الحدیث جلد 1 صفحہ 137 برنس۔ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء)

ابھی یہ چل رہا ہے اس بارے میں باقی ان شاء اللہ آئندہ مَیں بیان کروں گا۔ آج

جرمنی کا جلسہ سالانہ

بھی شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بابرکت فرمائے۔ زیادہ سے زیادہ جرمن احمدیوں کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق دے۔ دو دن کا یہ جلسہ ہے۔ کل ان شاء اللہ شام کو ان کا جو اختتامی سیشن ہے اس سے میں خطاب بھی کروں گا جو ایم ٹی اے پر یہاں کے وقت کے مطابق تقریباً ساڑھے تین دکھایا جائے گا۔ باقی جلسہ جو وہاں جرمنی میں ہو رہا ہے اس کی لائیو سٹریمنگ آج سے جرمنوں کے لیے ہو رہی ہے۔ جرمن وہاں دیکھ سکتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

نماز کے بعد میں

دو جنازہ غائب

بھی پڑھاؤں گا۔ ان کا بھی ذکر کر دوں۔ پہلا جنازہ قمرالدین صاحب مبلغ سلسلہ انڈونیشیا کا ہے۔ گذشتہ دنوں پینسٹھ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ 1972ء میں انہوں نے پندرہ سال کی عمر میں بیعت کی اور ابتدائی تعلیم کے بعد اپنی زندگی خدمت سلسلہ کے لیے وقف کر دی۔ پھر یہ دینی تعلیم کے لیے پاکستان چلے گئے۔ 30؍جون 1986ء کو شاہد کی ڈگری حاصل کی اور جولائی 86ء میں آپ کا تقرر بطور مبلغ ہوا۔ بڑی خوش الحانی سے اور پُرسوز آواز میں تلاوت قرآن کریم کیا کرتے تھے۔ نہایت مخلص اور پُرجوش خادم سلسلہ تھے۔ ان کا سلسلہ ٔخدمت تقریباً پینتیس سال پر محیط ہے۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ مجھے کہا کرتے تھے کہ آپ صرف مربی کی اہلیہ نہیں بلکہ آپ کو جماعتی خدمات میں بھی آگے ہونا چاہیے۔ پھر یہ ان کے بارے میں لکھتی ہیں کہ ان کی خلافت سے اطاعت اور محبت بہت نمایاں تھی۔ چھوٹوں بڑوں سے بڑی عزت سے پیش آتے تھے۔ جب بھی کسی احمدی سے بات کرتے تو ہمیشہ جماعت سے محبت اور وفاداری کی تلقین بھی ضرور کرتے اور زیادہ سے زیادہ جماعت کی خدمت کی ترغیب دلاتے۔ جب بھی کسی غیر احمدی سے ملتے تو اسے تبلیغ ضرور کرتے اور بڑی محبت سے اور دل سے بات کرتے تھے کہ دوسرے بھی خوش ہو جاتے۔ بیماری میں بھی فجر سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے اٹھ کر تہجد پڑھتے اور تلاوت کرتے۔ پھر جب تک ہمت رہی پیدل چل کر مسجد بھی جاتے رہے۔ ان کے بیٹے عمر فاروق صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ جامعہ احمدیہ انڈونیشیا میں استاد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ گھر میں اور باہر بھی چلتے پھرتے بعض دفعہ قرآن کریم کا کوئی نہ کوئی حصہ خوش الحانی سے سناتے رہتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا ترجمہ اور نظر ثانی کا کام بھی انہوں نے کیا تھا اور اس دوران میں خاص طور پر جب ترجمہ کے کام کر رہے ہوتے تھے تو قصیدہ بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات سناتے تو آنکھیں پُرنم ہو جایا کرتی تھیں۔ کہتے ہیں اکثر مجھے احمدیوں کے ابتلا اور تکالیف اور قربانیوں کے بارے میں واقعات سناتے اور اپنے ذاتی تجربات بھی بیان کرتے کس طرح انہوں نے بھی تکلیفیں اٹھائیں۔

چھوٹے بیٹے ظفراللہ ہیں وہ کہتے ہیں: آپ بلند حوصلے والے اور بڑی جدوجہد کرنے والے انسان تھے۔ بہت سادہ زندگی گزاری۔ ہمیشہ قناعت پسندی کو ترجیح دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

اگلا جنازہ، دوسرا ذکر ہے صبیحہ ہارون صاحبہ اہلیہ سلطان ہارون خان صاحب مرحوم کا۔ گذشتہ دنوں 73 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ صبیحہ ہارون صاحبہ کے خاندان میں احمدیت ان کے والد صاحب کی بیعت سے آئی تھی۔ انہوں نے خود تحقیق کر کے اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تھی۔ پھر ان کے دادا نے اپنے بیٹے کے بعد بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تین بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ ایک بیٹے ان کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے داماد ہیں۔

ان کے بڑے بیٹے سلطان محمد خان کہتے ہیں کہ میری والدہ کا سب سے بڑا بیٹا دو سال کی عمر میں حادثاتی طور پر وفات پا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جنازہ کے موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نعم البدل بیٹا عطا کرے گا جو خوبصورت بھی ہو گا اور لمبی عمر پانے والا بھی ہو گا۔ اور ان کے خاوند ملک سلطان کو فرمایا کہ اس کو مَیں تمہارے کندھے کے ساتھ جوان کھڑا دیکھ رہا ہوں۔

پھر ان کے بیٹے سلطان احمد خان کہتے ہیں کہ میری خوش قسمتی ہے کہ بچپن سے لے کر اب تک میرا بہت وقت اپنی ماں کے ساتھ گزرا۔ بہت ہی پیار کرنے والی اور غلطیوں سے درگزر کرنے والی ماں تھیں۔ کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتی تھیں۔ ان کی بیٹی محمودہ سلطانہ کہتی ہیں میری والدہ نیک فطرت، خاموش طبیعت، اعلیٰ اوصاف کی مالک تھیں۔ سلسلہ کی حقیقی عاشق اور خلافت سے محبت اور وفا کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں اور یہی نصیحت کرتی تھیں۔ خوش خلق اور اقربا پرور تھیں۔ ان کی مہمان نوازی پورے خاندان میں مشہور تھی۔ کسی کی بھی دل شکنی نہیں کرتی تھیں۔ غیبت کو سخت ناپسند کرتی تھیں اور ہمیں ہمیشہ اس سے بچنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ ایسی محفل جہاں غیبت ہو رہی ہو وہاں سے اٹھ جاتیں اور ان کے چہرے پر ناگواری آ جاتی۔ ہمیشہ درگزر سے کام لیا کرتی تھیں۔ کہتی ہیں میرے والد پر جانی حملہ کرنے والے دشمن کو بھی کبھی بددعا نہیں دی اور ہمیشہ کہتی تھیں: میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ ان کو ہدایت دے۔ نادار مریضوں کے لیے خاص نرمی اپنے دل میں رکھتی تھیں اور ان کی اس طرح مدد کرتی تھیں کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔

ان کی دوسری بیٹی وجیہہ صاحبہ کہتی ہیں کہ ایک خاموش طبع شخصیت کی مالک تھیں۔ بہت زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والی تھیں اور صدقہ و خیرات خاموشی سے کیا کرتی تھیں اور اس کا ذکر زیادہ پسند نہیں فرماتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 29؍اکتوبر 2021ء)

آج کی دعا

رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡ لَنَا ۚ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔

(التحریم: 9)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر جسے تُو چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

یہ قرآنِ مجید کی اللہ تعالیٰ کے حقیقی نور اور فیضان کے حصول کی دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَکُنْ مَّعَہٗ حَیْثُ مَا کَانَ وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا) فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل سے وہ نور عطا فرمائے جو اس کا حقیقی نور ہے۔ جو اس کے پیاروں سے محبت کرنے سے ملتا ہے۔ جس کو حاصل کرنے کے طریقے اس زمانے کے امام نے نور محمدی سے حصہ پا کر ہمیں سکھائے۔ ہم دنیا کی لغویات میں پڑنے کی بجائے اپنے خدا سے اس نور کے ہمیشہ طلبگار رہیں اور ان لوگوں میں شمار ہوں جو ہمیشہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡ لَنَا ۚ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (التحریم: 9) کہ اے ہمارے ربّ! ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر جسے تو چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں بھی اس دعا کے اثرات دکھائے اور مرنے کے بعد بھی ہمارے لئے یہ نور دائمی بن کر ہمارے ساتھ رہے۔ آمین

(خطبہ جمعہ 29 جنوری 2010ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

This week with Huzur

یکم اکتوبر 2021ء

طالبات نائجیریا سے ورچوئل ملاقات

اس ہفتے ناصرات الاحمدیہ اور لجنہ اماءاللہ نائجیریا کی طالبات کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے آن لائن ملاقات کا شرف حاصل ہوا جو کہ جماعت کے ہیڈ کوارٹر Ojokoro میں جمع ہوئی تھیں۔اس موقعہ پر بچیوں نے مختلف سوالات کے ذریعہ پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے جو رہنمائی حاصل کی اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سوال:کیا مذہب اور آج کے دور جدید کی تہذیب میں کوئی تضاد ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:اصل بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مذہب آپ کو تہذیب سے دور رکھ رہا ہے وہ غلط ہیں اور ہم صحیح ہیں۔یہ مذہب ہی ہے جو دنیا میں تہذیب کو لایا ہے۔یہ لوگ بھی مانتے ہیں کہ اگر نبی نہ آتے تو اس دنیا میں کوئی تہذیب نہیں ہوتی۔ایک طرف تو کہتے ہیں کہ مذہب ہی دنیا میں تہذیب کو لایا اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ ہمیں مذہب پر عمل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ ہمیں دور جدید کی تہذیب سے دور لے جانے والا ہے۔دور جدید کی تہذیب بے حیائی اور ایسی آزادی کے سوا کچھ نہیں ہے جو آپ کی زندگی کو بہتری کی بجائے تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ایسے لوگوں سے بالکل بھی خوفزدہ نہیں ہونا۔آپ لوگ ہی حقیقی مہذب لوگ ہیں جو اسلام اور قرآنی تعلیم پر عمل کرنے والے ہیں۔ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ کو قرآن کریم کی پیروی کرنی چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن کریم میں وہ کون سی تعلیم ہے جس پر ہمیں ضرور عمل کرنا چاہیے۔پس آپ لوگ ہی حقیقی مہذب ہیں نہ کہ وہ لوگ جو ملحد یا پھر لا مذہب ہیں۔آپ کو کسی قسم کا احساس کمتری نہیں ہونا چاہیے۔

سوال:حضور! کیا آپ افریقہ میں قیام کے دوران اپنا قبولیتِ دعا کا کوئی واقعہ بیان کر سکتے ہیں؟

فرمایا:بہت سے واقعات ہیں۔ایک دفعہ ہمارے پاس دودھ پیتے بچوں کے لیے بھی دودھ نہیں تھا۔اس پر ہم نے دعا کی اور خدا تعالیٰ نے ہماری دعا قبول فرمائی۔اور تھوڑی دیر بعد ہی ایک شخص IDEAL MILK دودھ کا ایک کارٹن لے آیا۔اُس وقت IDEAL MILK ہوتا تھا لیکن مجھے نہیں پتہ کہ ابھی بھی آپ کو یہ دستیاب ہے کہ نہیں۔صرف ایک یا دو گھنٹے بعد ہی میری اور میری اہلیہ کی دعا قبول ہوگئی۔ہم بہت خوش ہوئے تھے کہ کوئی شخص ہمارے پاس نہ صرف ایک دن بلکہ پورے ماہ کے لیے دودھ لایا۔اس طرح خدا تعالیٰ تمہاری دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

سوال:کیا کوئی لڑکی یا عورت فوجی بننے کے لیے آرمی کو جوائن کر سکتی ہے؟

حضرت امیر المومنین نے فرمایا:فی الحال اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔جب اس کی ضرورت تھی تو اس وقت مسلم خواتین نے اپنے مردوں کی میدان جنگ میں مدد کی تھی۔لیکن اس وقت ہمارے پاس کافی تعداد میں مرد موجود ہیں جو میدان جنگ میں لڑ سکتے ہیں۔ویسے بھی آج کل آرمی میں لڑکیوں کے لیے ماحول موزوں نہیں ہے۔اس لیے میں احمدی لڑکیوں کو سپاہی بننے کے لیے آرمی جوائن کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔لیکن اگر آپ میڈیکل سائنس میں اپنی تعلیم مکمل کر لیتی ہیں یا ڈاکٹر بن جاتی ہیں تو پھر آپ آرمی میڈیکل کور کو جوائن کر سکتی ہیں۔اس کی اجازت ہے لیکن بطور سپاہی میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہیں۔

سوال:حضور! آپ تمام احمدیوں کو lead کرنے کے پریشر سے کس طرح نمٹ رہے ہیں؟

حضور انور نے فرمایا:کس قسم کا پریشر؟ وہ مجھے دعا کے لیے لکھتے ہیں اور میں ان کے لیے دعا کرتا ہوں۔میں خدا تعالیٰ کی مدد طلب کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پریشانیوں کو دور فرمائے اور ان کے مسائل کو حل فرمائے اور ان کی مدد فرمائے۔جب کبھی میں کوئی پریشر محسوس کروں تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اور اس کے سامنے جھکتا ہوں تو اپنے دل میں اطمینان پاتا ہوں۔اور اس طرح پریشر ختم ہو جاتا ہے۔آپ بھی جب کبھی انڈر پریشر ہوں تو خدا تعالیٰ سے بہت زیادہ دعا مانگا کریں۔

سوال:حضور! ایسی صورت حال میں جہاں والدین ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔بچے ان کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:سب سے پہلے ان کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے کہ وہ آپس میں لڑائیاں نہ کریں۔کیونکہ اس سے بچوں کے ذہنوں پر بُرا اثر پڑ رہا ہوتا ہے بچے بھی متاثر ہو رہے ہوتے ہیں۔دوسرے نمبر پر آپ اپنی ماں یا باپ میں سے جس کے ساتھ بھی آپ کے اچھے تعلقات ہیں۔ان کو بتائیں کہ آپ کو اس طرح لڑائی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ، رسول کریم ﷺ اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔اگر آپ کے پاس طاقت نہیں ہے تو ایسی صورت میں آپ صرف دعا کر سکتے ہیں بلکہ اگر آپ کے پاس ان کو روکنے کی طاقت ہو بھی تو پھر بھی ان کے لیے دعا کریں۔اس کے علاوہ بڑی عزت اور شائستگی کے ساتھ ان کو سمجھانے کی کوشش کریں کہ یہ چیز ہمارے ذہنوں پر بہت بُرا اثر ڈال رہی ہے۔اس لیے آپ کو ہمارے سامنے نہیں لڑنا چاہیے۔مزید یہ کہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں۔چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کی کمیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کیا کریں۔

میٹنگ کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ناصرات کو ان کی تعلیم کے بارے میں نصائح کرتے ہوئے فرمایا۔ میری آپ سب کو یہ نصیحت ہے کہ آپ کو چاہیے کہ اپنی تعلیم میں excel کریں۔اور جتنا زیادہ سیکھنا چاہتی ہیں اتنا زیادہ سیکھیں اور اپنی تعلیم مکمل کریں۔اگر آپ میڈیسن کرنا چاہتی ہیں تو میڈیسن کریں۔انجینئرنگ، law، ٹیچنگ اور اگر آپ ریسرچ میں جانا چاہتی ہیں تو ریسرچ میں جائیں۔اپنی تعلیم میں excel کریں اور جتنا پڑھنا چاہتی ہیں اتنا زیادہ پڑھیں۔

ویمن اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن آف نائجیریا سے ورچوئل ملاقات

اس ہفتے دوسری آن لائن ملاقات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی Women Student Association of Nigeria کی ممبرات کے ساتھ ہوئی۔

اس نشست میں نائجیریا کی احمدی طالبات نے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں جو سوالات پیش کیے ان کی روئیداد یہاں افادہ عام کے لیے پیش کی جاتی ہے۔

سوال: کوئی کس طرح ایسے گناہ سے رہائی پا سکتا ہے جس کا وہ عادی ہو چکا ہے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا؛پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ خدا تعالیٰ سے اپنی پنجوقتہ نماز میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شیطانی حملوں سے محفوظ رکھے موجودہ دنیا کی بہت سی بُری چیزوں نے آج کل ہمیں اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔انٹرنیٹ، ٹیلی ویژن اور سوشل میڈیا ہمیں

غیر مناسب طریق پر attract کر رہا ہے۔ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ پر دکھائے جانے والے بہت سے پروگرام ایسے ہوتے ہیں جو کہ ہمیں سیدھے راستے اور اسلامی تعلیمات سے منحرف کر رہے ہوتے ہیں۔اور اس دنیا کی ہوس اور چکا چوند کی وجہ سے ہم attract ہو رہے ہوتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیے اور خدا تعالیٰ ہی ہے جو ہمیں شیطان سے بچا سکتا ہے۔اسی لیے ہم ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ کہتے ہیں کہ اے اللہ! مجھے دھتکارے ہوئے شیطان سے اپنی پناہ میں رکھ۔ اور پھر آپ اپنی پنجگانہ نماز میں اپنے لیے،اپنی اولاد کے لیے،اپنی فیملیز کے لیے اور ممبرانِ جماعت کے لیے بہت زیادہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ اس طرح آپ نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ اپنے گرد ونواح اور ماحول کو بھی محفوظ بنا رہے ہوں گے۔ استغفار کریں۔ ہر روز کثرت سے استغفار کرنا اپنے اوپر فرض کر لیں۔ ٹیلی ویژن پر دکھائے جانے والے بیہودہ پروگرام دیکھنے سے بچیں اور انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر موجود پروگرام سے بھی اپنے آپ کو بچائیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم پڑھ کر اپنے مذہبی نالج کو بھی بڑھائیں اور دیکھیں کہ وہ کون سے احکامات ہیں جن کے کرنے اور جن سے بچنے کا قرآن ہمیں حکم دیتا ہے۔ پھر ان کو نوٹ کر لیں اور ان بُری باتوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ اس موجودہ دور میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو اسلام کی تجدید، قرآن، سنت اور حدیث کی حقیقی تعلیم بتانے کے لیے بھیجا ہے اور آپؑ نے اپنی کتابوں میں ان باتوں کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ہر روز اِن کُتب میں سے جن کا انگریزی ترجمہ ہو گیا ہے اور وہ آپ کے پاس دستیاب ہیں۔ کچھ نہ کچھ ضرور مطالعہ کیا کریں اس طرح آپ اپنا مذہبی نالج بھی بڑھا سکتے ہیں۔ پس آپ کو اپنے تئیں بُری باتوں اور گناہوں سے بچانے کے لیے بہت محنت کرنا پڑے گی۔ خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر آپ اپنی ذاتی کوشش سے شیطانی حملوں سے نہیں بچ سکتے۔

حضور! ہمارے معاشرے میں بڑھتی ہوئی طلاق کی شرح کی وجہ سے آپ شادی شدہ جوڑوں کو کیا نصائح فرمائیں گے؟

حضور انور نے فرمایا: آپ یعنی لڑکا اور لڑکی کو اپنی برداشت بڑھانا ہوگی۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ طلاق کی شرح میں اضافہ لڑکے یا لڑکی میں سے کسی ایک کے fault کی وجہ سے ہے۔ دونوں میں کمی ہوتی ہے۔ بہترین شادی شدہ زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنی برداشت کے لیول کو بڑھائیں۔ اور ایک دوسرے کی کمیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کریں اور ایک دوسرے کی خوبیوں کو تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ آپ میں اچھی اور بُری دونوں خوبیاں ہیں۔ مرد میں بھی اچھی اور بُری خوبیاں ہوتی ہیں اور عورت میں بھی اچھی اور بُری خوبیاں ہوتی ہیں۔ عورت میں بھی کچھ کمیاں ہوتی ہیں اور مرد میں بھی کچھ کمیاں ہوتی ہیں۔ اگر آپ کو یہ سمجھ آ جائے کہ آپ میں سے ہر ایک نے ایک دوسرے کی کمیوں سے صرفِ نظر کرنا ہے تو اس سے طلاق کی شرح میں کمی آئے گی اور آپ اچھی شادی شدہ زندگی گزار سکیں گے۔ اب یہ آپکی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کی پُرامن طریق پر پرورش کریں اور ان کو ایسا ماحول دیں جو ان کی نشوونما کے لیے اچھا ہو۔ یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب خاوند اور بیوی ہنسی خوشی ایک خوشگوار زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔

ایک طالبہ نے سوال کیا کہ حضور میرے علم کے مطابق آپ بہت مصروف ترین شخص ہیں۔ لیکن اس کے باوجود حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے وقت کو بہت اچھا manage کرتے ہیں۔ کیا حضور ہماری رہنمائی کر سکتے ہیں کہ ہم اسٹوڈنٹ کس طرح اپنے وقت کو اچھی طرح سے manage کر سکتے ہیں؟

اس پر حضور انور نے فرمایا: صبح جلدی اُٹھیں۔ اگر بہت ضروری ہو کہ آپ کو رات دیر تک جاگنا پڑے۔ (تو الگ بات) ورنہ آپ کو جتنی جلدی ممکن ہو اتنی جلدی سونا چاہیے۔ آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ جلدی سونا اور جلدی جاگنا ایک انسان کو صحت مند اور عقلمند بناتا ہے۔ اور پھر آپ کو خدا تعالیٰ سے دعا بھی مانگنی چاہیے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایک organize اور بااصول زندگی بنانے میں آپکی مدد فرمائے۔ اس کے علاوہ بطور طالب علم آپ کو کم از کم چھ گھنٹے کی نیند پوری کرنی چاہیے اور باقی وقت اپنے آپ کو (Study) اور دوسری سرگرمیوں میں مصروف رکھنا چاہیے۔ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ نے دن میں کیا کیا؟ اس کے لیے صبح اُٹھنے سے لے کر جو کچھ بھی آپ نے کیا اس کو لکھیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ چھ بجے اُٹھی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ چھ بجے نماز کا وقت ہے یا نہیں۔ بہرحال فجر کی نماز کے وقت اُٹھتی ہیں تو آپ لکھیں کہ آپ اِس وقت اُٹھیں اور پھر نماز فجر ادا کی۔ اس کے بعد قرآن کریم کی کچھ آیات یا کچھ حصہ کی تلاوت کی۔ پھر اس کے بعد یہ کام کیا اور پھر ناشتہ کیا اور یونیورسٹی کے لیے تیاری کی۔ اس کے بعد میں یونیورسٹی گئی اور راستے میں مجھے ایک گھنٹہ لگا۔ اگر آپ یونیورسٹی میں رہ رہی ہیں تو یہ الگ بات ہے۔ اور پھر یہ کہ میں نے یونیورسٹی میں اس وقت سے لیکر اس وقت تک پڑھائی کی۔ اس کے بعد میں گھر واپس آئی اور اپنے سبق کو دوہرایا اور نمازیں ادا کی اور فلاں فلاں کام کیا۔ ہر کام جو آپ نے کیا اس کو لکھیں۔ اس طرح آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کا روزانہ کا معمول (routine) یہ ہے۔ آپ نے اپنا زیادہ تر وقت اچھے کاموں میں یا productive work میں گزارا اور اتنا وقت آپ نے فلمیں دیکھنے یا سوشل میڈیا وغیرہ پر ضائع کیا۔ اس طرح آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ کون کون سی اچھی چیزیں ہیں جو آپ نے کی ہیں؟ اور کون کون سی غیر ضروری چیزیں ہیں جو آپ نے کیں اور جو آپ کی روزانہ routine کے لیے ضروری نہ تھیں۔ اس طرح آپ ان کو manage کر سکتی ہیں۔ پس ایک ہفتہ تک آپ صبح سے شام تک اپنے پلان کو لکھیں۔ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کون کون سی چیزیں ہیں جو productive ہیں اور کون کون سی چیزیں ہیں جو non productive ہیں۔ اس طرح سے آپ کو پتہ چل جائے گا اور پھر بعد میں آپ اپنا وقت manage کرنے کی کوشش کر سکتی ہیں۔

ایک لجنہ ممبر نے سوال کیا کہ حضور! ایک لیڈر میں دوسروں کو lead کرنے کے لیے کون کون سی خوبیاں ہونی چاہئیں؟

اس پر حضور انور نے فرمایا: اگر اس سے آپ کی مراد ایک پولیٹیکل لیڈر یا آپ کے ملک کا لیڈر ہے۔ تو وہ ایماندار ہونا چاہیے۔ اس کو عوام کا درد محسوس کرنا چاہیے اور اگر وہ عوام کی رقم سے اپنی جیبیں اور ملک کے اندر اور باہر اپنے بینک بیلنس بھر رہا ہے تو وہ اچھا لیڈر نہیں ہے۔ اگر آپ ایک اچھے لیڈر ہیں تو پھر آپ کو بہت زیادہ ایماندار اور اپنے لوگوں کا خیر خواہ ہونا ہوگا۔ یہ اچھی خوبیاں ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو انصاف بھی قائم کرنا چاہیے۔ ایک اچھا لیڈر وہ ہے جو ایماندار ہو۔ ہر لحاظ سے انصاف پسند ہو۔ محنتی ہو۔ ملک وقوم اور عوام کے لیے مخلص ہو۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو اگر آپ کے لیڈر میں ہیں تو وہ ایک اچھا لیڈر ہوگا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ مستقبل میں احمدی ایک اچھے لیڈر کے طور پر رونما ہوں گے تا کہ آپ اپنے ملک کو اچھی طرح چلا سکیں۔ اور اگر کوئی روحانی لیڈر ہے تو اس میں بھی یہ خوبیاں ہونی چاہیے۔ اور اگر یہ لیڈر آپ کی جماعت میں سے آپ کا امیر یا آپ کا صدر ہو تو اس کے اندر بھی یہ خوبیاں ہونی چاہئیں۔

اس کے بعد حضور انور نے فرمایا۔ اب ایک گھنٹہ ہو گیا ہے۔ آپ میں سے جو سوال نہیں پوچھ سکی وہ اگلی دفعہ جب کبھی موقع ملا تب سوال پوچھ سکتی ہے۔ اللہ حافظ۔

(ترجمہ و کمپوزنگ: ابو اثار اٹھوال)

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

نمازجنازہ حاضر و غائب

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 21اکتوبر 2021ء بروز جمعرات 12 بجے دوپہر اسلام آباد ٹلفورڈ برطانیہ میں درج نماز جنازہ پڑھائے۔

نماز جنازہ حاضر

مکرمہ امۃ الباسط شاہد صاحبہ اہلیہ مکرم مولانا عطاء الکریم شاہد صاحب مرحوم مبلغ سلسلہ (یوکے)

15 اکتوبر کو 80 سال کی عُمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ حضرت قاضی عبد السلام بھٹی صاحب کی بیٹی اور حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مرحوم کی بہو اور مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب (امام مسجد لندن) کی بھابھی تھیں۔مرحومہ بہت دیندار، عبادت گذار اور خلافت سے دلی محبت اور اخلاص کا تعلق رکھنے والی، غُرباء کی ہمدرد اور جماعتی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی ایک نیک خاتون تھیں۔اپنے ربوہ قیام کے دوران لجنہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتی تھیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور دو بیٹے اور متعدد نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں شامل ہیں۔

نماز جنازہ غائب

1- مکرمہ مسرت بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد اشرف صاحب

6 اکتوبر 2021 کو 69 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں ۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔مرحومہ نے مقامی سطح پر صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی ۔صوم وصلوٰۃ کی پابند ، تہجد گزار ، متوکل علی اللہ ، ملنسار ، خوش مزاج ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔عہدیداران بالخصوص مربیان کی بہت عزت کرنے والی اور خلافت کی فدائی تھیں۔حضورانور کے خطبات اور خطابات بڑی باقاعدگی اور اہتمام سے سنتی تھیں۔مرحومہ موصیہ تھی۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم کاشف علی صاحب مربی سلسلہ ہیں۔

2- مکرم بشیر الدین محمود صاحب (امریکہ)

24 ستمبر 2021 کو 79 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے ۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔مرحوم نے مقامی جماعت Fitchburg میں بطور صدر خدمت کی توفیق پائی۔ بہت دعاگو، تہجد گزار ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔خلافت سے بہت پیار اور عقیدت کا تعلق تھا۔بچوں اور بڑوں سب کو جماعت اور خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے تھے۔تبلیغ کا بہت شوق تھا۔گرجا گھروں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں میں جاکر بھی اسلام واحمدیت کا پیغام پہنچاتے رہے ۔ مقامی اخبارات میں کئی بار آپ کے انٹرویو بھی چھپتے رہے ۔مرحوم موصی تھے ۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے شامل ہیں۔

3- مکرمہ نور بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم فضل الکریم صاحب (درگارام پور ضلع برہمن بڑیہ۔ بنگلہ دیش)

8۔اگست 2021 کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں ۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ لمبا عرصہ مقامی مجلس میں صدر لجنہ کے طور پر کام کرتی رہیں۔ جماعت کے جو بھی لوگ آتے ان کی خود بڑے شوق سے مہمان نوازی کرتی تھیں۔تقریباً ہر رمضان میں اعتکاف کرتی تھیں۔ مالی قربانی اور صدقہ وخیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔خلافت سے بے حد محبت تھی۔ آپ کی ایک نواسی کی شادی مکرم راسل سرکار صاحب (مربی سلسلہ) کے ساتھ ہوئی ہے۔ ۔مرحومہ موصیہ تھیں اور زندگی میں ہی حصہ جائیداد ادا کر دیا تھا۔

4- مکرم تنویر احمد صاحب۔

12۔اگست 2021 کو 33 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے ۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔مرحوم نیک مخلص اور فرمانبردار نوجوان تھے اور اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں والدین کے علاوہ تین بھائی اور دو بہنیں شامل ہیں ۔

5- مکرمہ سیدہ ہادی ناصر صاحبہ اہلیہ مکرم مرزا مشتاق احمد ناصر صاحب مرحوم (کینیڈا)

3۔اکتوبر 2021 کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں ۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔مرحومہ نے لمبا عرصہ لجنہ اماء اللہ کے مختلف شعبوں میں خدمت کی توفیق پائی۔سعودی عرب میں قیام کے دوران وہاں لجنہ کی تنظیم قائم کرنے کے علاوہ ایک حج اور متعدد عمرے کرنے کی توفیق ملی۔صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، باقاعدگی سے تلاوت قرآن کریم کرنے والی، ہمدرد، مہمان نواز، اعلیٰ اخلاق کی مالک، ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ خلافت سے والہانہ عقیدت کا تعلق تھا۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔آپ کی ایک بیٹی مکرمہ مینا ناصر صاحبہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا میں نیشنل سیکرٹری تحریک جدید کے طور پر خدمت کی توفیق پارہی ہیں۔

6- مکرمہ آصفہ شریف صاحبہ اہلیہ مکرم پروفیسر محمد شریف صاحب

14۔اکتوبر 2020 کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں ۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، بڑی ہمدرد، اچھے اخلاق کی مالک ایک نیک مخلص اور باوفا خاتون تھیں اور اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔آمین۔ ادارہ الفضل کی طرف سے تعزیت قبول فرمائیں۔

چھوٹی مگر سبق آموز بات

وقت کو اچھے طریق پر Manage کرنا

یکم اکتوبر 2021ء کی ورچوئل ملاقات میں ایک نائیجیرین طالبہ نے سوال کیا کہ حضور مصروف ترین ہونے کے باوجود اپنے وقت کو بہت اچھے طریق پر manage کیسے کرتے ہیں۔کیا حضور اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کر سکتے ہیں؟

اس پر حضور انور نے فرمایا: صبح جلدی اُٹھیں۔ اگر بہت ضروری ہو کہ آپ کو رات دیر تک جاگنا پڑے۔(تو الگ بات) ورنہ آپ کو جتنی جلدی ممکن ہو اتنی جلدی سونا چاہیے۔آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ جلدی سونا اور جلدی جاگنا ایک انسان کو صحت مند اور عقلمند بناتا ہے۔اور پھر آپ کو خدا تعالیٰ سے دعا بھی مانگنی چاہیے۔دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے تئیں organize اور بااصول زندگی بنانے میں آپکی مدد فرمائے۔اس کے علاوہ بطور طالب علم آپ کو کم از کم چھ گھنٹے کی نیند پوری کرنی چاہیے اور باقی وقت اسٹڈی اور دوسری سرگرمیوں میں مصروف رکھنا چاہیے۔آپ کو معلوم نہیں کہ آپ نے دن میں کیا کیا؟اس کے لیے صبح اُٹھنے سے لے کر جو کچھ بھی آپ نے کیا اس کو لکھیں۔مثال کے طور پر اگر آپ چھ بجے اُٹھی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ چھ بجے نماز کا وقت ہے یا نہیں۔ بہرحال فجر کی نماز کے وقت۔آپ لکھیں کہ آپ اِس وقت اُٹھیں اور پھر نماز فجر ادا کی۔ اس کے بعد قرآن کریم کی کچھ آیات یا کچھ حصہ کی تلاوت کی۔ پھر اس کے بعد یہ کام کیا اور پھر ناشتہ کیا اور یونیورسٹی کے لیے تیاری کی۔اس کے بعد میں یونیورسٹی گئی اور راستے میں مجھے ایک گھنٹہ لگا۔اگر آپ یونیورسٹی میں رہ رہی ہیں تو یہ الگ بات ہے۔اور پھر یہ کہ میں نے یونیورسٹی میں اس وقت سے لیکر اس وقت تک پڑھائی کی۔اس کے بعد میں گھر واپس آئی اور اپنے سبق کو دوہرایا۔اور نمازیں ادا کی۔اور فلاں فلاں کام کیا۔ ہر کام جو آپ نے کیا اس کو لکھیں۔اس طرح آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کا روزانہ کا معمول (routine) یہ ہے۔آپ نے اپنا زیادہ تر وقت اچھے کاموں میں یا productive work میں گزارا۔اور اتنا وقت آپ نے فلمیں دیکھنے یا سوشل میڈیا وغیرہ پر ضائع کیا ہے۔اس طرح آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ کون کون سی اچھی چیزیں ہیں جو آپ نے کی ہیں؟ اور کون کون سی غیرضروری چیزیں ہیں جو آپ نے کیں اور جو آپ کی روزانہ routine کے لیے ضروری نہ تھیں۔ اس طرح آپ ان کو manage کرسکتی ہیں۔پس ایک ہفتہ تک آپ صبح سے شام تک اپنے پلان کو لکھیں۔اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کون کون سی چیزیں ہیں جو productive ہیں اور کون کون سی چیزیں ہیں جو non productive ہیں۔اس طرح سے آپ کو پتا چل جائے گا اور پھر بعد میں آپ اپنا وقت manage کرنے کی کوشش کرسکتی ہیں۔

مرسلہ: عامر محمود ملک۔ شیفیلڈ، برطانیہ

01نومبر 2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:06	17:44
مدینہ منورہ	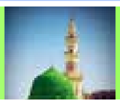	05:09	17:42
قادیان	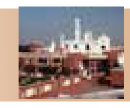	05:22	17:39
ربوہ	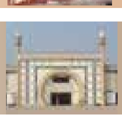	05:02	17:19
اسلام آباد ٹلفورڈ	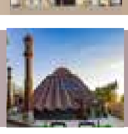	05:26	17:36